

غلامرضا شاہد صاحب پبلشرز

یا اللہ مدد  
در تحقیق و اثبات

تحقیق و تصدیق زنده باد

# شہادتِ امام حسینؑ

## و کردارِ یزید

تالیف فارسی

محبوبۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ

بانی دارالعلوم دیوبند، المتوفی ۱۲۹۷ھ

اُردو ترجمہ

پروفیسر مولانا انوار الحسن شیرکونی رحمہ اللہ تعالیٰ

دیباچہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دارالافتاء برکات

خلیفہ ارشد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید امجد حسین صاحب مکتبہ

رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

تحریکِ خدامِ اہل سنت و الجماعت

کرم آباد ○ وحدت روڈ ○ لاہور

خلافت راشدہ میں پیغمبرؐ کا راز

یا اللہ درد

در تحقیق و اثبات

مجموعہ نبوت زندہ باد

# شہادتِ امام حسینؑ

## و کردارِ بزرگ

تالیف فارسی

مجتہد الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ

بانی دارالعلوم دیوبند، اتوفی ۱۲۹۷ھ

اُردو ترجمہ

پروفیسر مولانا انوار الحسن شیرکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ

دیباچہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ ارشد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مبنی

رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

تحریکِ خدامِ اہل سنت و الجماعت

کرم آباد ○ وحدت روڈ ○ لاہور

# آئینہ رمضائین شہادت امام حسینؑ کو دار یزید

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۳	شہادت کی دوسری وجہ	۲۵	کلمات بابرکات	۱
۴۴	شہادت امام حسینؑ کا اثبات از حضرت نونویؒ	۲۶	التعمید فی بیان فسق یزید	۲
۴۴	مقدمہ اول	۲۷	دیباچہ کتاب حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب	۳
۴۷	مقدمہ دوم	۲۸	مسک اعتدال	۴
۴۷	مقدمہ سوم در حقیقت اجماع	۲۹	حضرت علیؑ کی توہین	۵
۴۸	مقدمہ چہارم	۳۰	امام حسینؑ کی توہین	۶
۴۸	مقدمہ پنجم	۳۱	یزید اور عباسی	۷
۵۲	مقدمہ ششم	۳۲	یزید فارسی معظم علیؑ کی پیروی میں	۸
۵۷	خلافت کی بیات اور اہلیت کے بارے میں	۳۳	کو دار یزید کا دوسرا پہلو	۹
۵۸	دلیل اول	۳۴	یزید کا صحیحہ کو سدھانا	۱۰
۵۸	دلیل دوم	۳۵	یزید کے کرم میں مغنیہ	۱۱
۶۳	شبیہ	۳۶	مقام عبرت	۱۲
۷۶	یزید کی وہیمیدی پر بحث	۳۷	سندیوی بحق عباسی	۱۳
	رسولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب یزید اور اس کے رفقاء کے بارے میں۔	۳۸	کتاب خلافت مساویہ یزید کی تائید از سندوی	۱۴
۷۶		۳۹	اکابر اسلام اور سندوی	۱۵
۷۷	امیر معاویہؓ کا خلافت کے بارے میں نظریہ	۳۹	حضرت مولانا نونویؒ	۱۶
۷۸	حضرت امیر معاویہؓ کے بعد یزید کی حالت	۴۰	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۱۷
۸۰	گر بلا کا حادثہ اور غزوہ احد و حنین	۴۱	لقب سید الشہداء	۱۸
۸۲	نسبت پر دار و مدار	۴۲	التعمید فی بیان فسق یزید	۱۹
۸۳	شہادت امام حسینؑ کی دوسری وجہ	۴۳	حضرت گلگوئیؒ و حضرت نونویؒ	۲۰
۸۴	یزید کی بیعت پر اجماع اور اس کا جواب	۴۴	حضرت نونویؒ کا خواب	۲۱
۸۵	امام نوویؒ کا اجماع بیعت پر نظریہ	۴۵	دیوبندی حضرات کی خدمت میں	۲۲
۸۶	قاضی عیاضؒ کا قول	۴۶	خلاصہ مضمون مکتوب حضرت نونویؒ	۲۳
۸۸	جمہر سنیست فقہاء محدثین اور شیعہ کی کا قول	۴۷	شہادت کی پہلی وجہ	۲۴

## کلماتِ بابرکات

قائد اہل سنت الحاج حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب امت برکاتہم

بانی و مرکزی امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

پاکستان میں اہل سنت والجماعت کی غفلت اور ناواقفیت کی وجہ سے شیعیت وغیرہ دوسرے فرقوں کے ساتھ خارجیت بعنوان یزیدیت کا فتنہ بھی پھیل رہا ہے جس میں دیوبندی حلقہ بھی مبتلا ہو رہا ہے۔ تحریک خدام اہل سنت کے ایک نوجوان عالم قاری شیر محمد صاحب علوی سلمہ وفاضل جامعہ اشرفیہ لاہور نے جتنا الاسلام حضرت نانوتوی قدس سرہ کا یہ محققانہ مکتوب کتابی صورت میں شائع کر کے ایک اہم دینی خدمت سرانجام دی ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے ابتداء میں کے طور پر اپنا ایک جامع مقالہ بعنوان "التمہیدی فی بیان فسق یزید" بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم و عمل میں میں ترقی عطا فرمائیں۔ آمین سبحانہ ورحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

فقیرہ العصر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی دارالکتاب  
صدر مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

احقر نے یہ رسالہ سنا ہے یعنی "التمہیدی فی بیان فسق یزید" اور ٹھیک سمجھا ہے  
نقول صحیحہ ہمیشہ کی گئی ہیں۔ اس لئے اس میں تردد کی گنجائش نہیں مگر لغت سے کف  
لسان محققین کا معمول ہے وہی درست ہے۔ واللہ اعلم جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ  
اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

# ” التمهید فی بیان فسق بزید “

از قلم  
شیر محمد علوی

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده  
وعلى آله واصحابه والذین اوفوا عهده

اما بعد۔ برادران! ہستنت زیر نظر رسالہ مبارکہ حجۃ الاسلام استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی <sup>متوفی ۱۳۹۹ھ</sup> ہانی دارالعلوم دیوبند و خلیفہ اعظم قطب العالم اعظم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کا ہے حضرت نانوتوی قدس سرہ کے بارے میں کچھ کہنا یا لکھنا درحقیقت سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہ کا نام ہی رسالہ کے مستند ہونے کی کافی دلیل ہے۔ یہ رسالہ دراصل حضرت کا ایک طویل مکتوب گرامی ہے جو آپ نے اپنے مایہ نازت گرو شید حضرت مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی محشی سنی بنی اڈو کے نام تحریر فرمایا تھا۔ اور حضرت نانوتوی کی تصحیح کے ساتھ سب سے پہلے منشی ممتاز علی صاحب میرٹھی مرحوم نے مطبع مجتہبانی سے ۱۳۹۶ھ میں شائع کیا جو کہ قاسم العلوم کے نام سے چھپا تھا جس میں حضرت کے اور بھی کسی مکتوبات تھے۔ بعد ازاں پروفیسر مولانا انوار الحسن صاحب شیرکوٹی مرحوم نے ان کا اردو ترجمہ کر کے ناشران قسراں لاہور سے طبع کرایا۔ اسی ترجمہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خدام اہل سنت پاکستان کو توفیق عطا فرمائی کہ اس مکتوب شریف کو دوبارہ زیور طبع سے راستہ کے کئی مسلمانوں کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں

حضرت نانوتوی قدس سرہ نے اس مکتوب گرامی میں شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ پر مجتہدانہ بحث فرمائی ہے اور یہ بھی ثابت فرمایا ہے کہ یزید کے کردار میں استیذانہ امر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دامن بالکل پاک ہے اور ان پر کوئی اعتراض نہیں آسکتا۔ قارئین پر رسالہ کے مطالعہ کرنے کے بعد یہ چیز واضح ہو جائے گی۔ ہماری وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

**جمہور امت نے یزید کو فاسق قرار دیا** البتہ ہم باحوالہ بیانات کرنا چاہتے ہیں کہ یزید کو جمہور امت اور اساطین اسلام نے فاسق قرار دیا ہے بلکہ بعض نے تو کفر بھی فرمائی کہ کونسا کونسا مسک

حضرت نانوتوی قدس سرہ نے بھی جمہور امت کی طرح یزید کو فاسق و فاجر تحریر فرمایا ہے چنانچہ زیر نظر مکتوب گرامی میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے اور اسی طرح آپ نے ایک اور مکتوب میں جو کہ فیوض قاسمیہ میں طبع ہوا ہے اس میں فرماتے ہیں سو یزید باثناق وقت اعلان فسق و فجور مستحق اس کا یہ تھا بلکہ غائب تھا فیوض قاسمیہ صفحہ ۱۰ مطبوعہ دیوبند۔ نیز فرماتے ہیں۔ یزید پلید اور عبد الملک وغیرہ کوشیوں میں کوئی ایک بھی خلیفہ راشد (راؤد) نہیں سمجھتا۔ جو اب اربعین صفحہ ۸۵ مطبوعہ جدید گوجرانوالہ۔ اسکے بعد لکھتے ہیں۔ سو خلیفہ راشد جو بخاریا میں رہتے اور یزید و یزید عبد الملک وغیرہ مروانی عباسی اکثر ان خلف تھے جو اب اربعین صفحہ ۱۸۷ اس کے بعد یزید تحریر فرماتے ہیں۔ خلیفہ کی دو قسمیں ہوں گی ایک خلیفہ راشد یہ تو دو چہار یا تین، اور پانچویں پانچ چھ مہینے کے لیے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ہو گئے تھے۔ دوسرا خلیفہ غیر راشد اور خلیفہ غیر راشد کو بادشاہ اور ملک بھی شیوں کی اصطلاح میں کہتے ہیں۔ یزید اور عبد الملک وغیرہ سب ہی قسم کے ہیں۔ ہاں۔ عمر بن عبد العزیز البتہ مروانیوں میں سے خلیفہ راشد ہوتے ہیں فقط صفحہ ۱۸۸۔ نیز حضرت نانوتوی قدس سرہ اپنی معرکہ الآرا کتاب ہدیتہ الشیعہ کے صفحہ ۲۸۱ مطبوعہ جدید لاہور تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے بعد شہادت حضرت عثمان کے خلافت مغصوبہ (بزرگم شیعہ) قبول کی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یزید پلید سے خلافت مغصوبہ کے طالب ہوئے یہاں تک کہ نوبت شہادت کی پہنچی۔ جن حضرات نے یزید پر کفر کا فتویٰ دیا ہے ان میں بیہوشی وقت حضرت مولانا فاضل شامی رحمہ اللہ پائی جاتی ہے۔

(۲) ۱۲۵ ہجری ہر فرہرست میں پانچہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سیف المسلمین اردو مطبوعہ قادیان صفحہ ۷۵۔

۷۸۷ ج ۲ صفحہ ۹۱ ہر تفسیر مظہری اردو مطبوعہ دہلی صفحہ ۶۵۶ ج ۹۔ تحت آیت استخلاف عربی صفحہ ۵۵۔

ج ۶۔ نیز فرماتے ہیں یزید نے دین محمدی کا انکار کر دیا۔ تفسیر مظہری اردو صفحہ ۳۰۷ ج ۸۔ تحت آیت الم ترالی الذین یقولون ان اللہ کفر۔ اور اسی طرح علامہ آوسی حنفی فرماتے ہیں والاقول الذی یغلب علی ظنی ان انجیث لیکن مصداق برسائتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ روح المعانی صفحہ ۶۶ ج ۲۶۔ (باقی حاشیہ صفحہ نمبر ۶ پر)

یہ ہے کہ تکفیر اور لعن سے کف لسان کیا جائے۔ مگر اسکو خلیفہ عادل بھی نہ کہا جائے جیسا کہ بعض خود ساختہ محقق کہتے ہیں کہ بیزید خلیفہ عادل تھا۔ اور تمام وہ بزرگ جو بیزید کو فاسق قرار دیتے ہیں انہوں نے تحقیق نہیں کی۔ یہ ایک ایسا سنگین الزام ہے جو آج تک علماء دیوبند پر کسی دشمن نے بھی نہیں لگایا۔ اس کا تو یہ مطلب ہو کہ جن بزرگوں نے بیزید کو فاسق قرار دیا ہے وہ سارے غیر محقق اور غیر فحاش تھے بلکہ بقول استادنا الملکم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہم معاملہ اس کے برعکس ہے یعنی، وہ لوگ جو بیزید کو صالح قسرا دیتے ہیں اگر تحقیق کرتے تو وہی کچھ کہتے جو ان بزرگوں نے کہا بیزید فاسق تھا۔ اب حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) واما الحسين فانه لما ظهر فسق يزيد عند الكافة من اهل عصره۔ لیکن حسینؑ تو جب بیزید

سابقہ بقیا، اسی طرح امام بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیزید پر ولتہ حرہ کی وجہ سے کفر فرمائی ہے۔ سوال فی بیزید بن معاویہؑ شام امام ابن تیمیہ ص ۱۰۷۔ اور امام ابن جوزی نے بھی بیزید کو کافر قرار دیا ہے بلکہ اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ الدرر علی التعصب العنید النافع من بیزید، السیف المسلول ص ۴۸۔ مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ بیزید ایک صالح مسلمان اور خلیفہ عادل بھی تھے۔ جواب شامی ص ۱۷۔ مؤلفہ مولانا سندیلوی

ص ۱۷۔ جواب شامی ص ۱۶۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ ومن امن بالله والیوم الآخر لا یخار احد یتکون مع بیزید ولا مع اشرالہ من الملوک الذین یسوا بعبادین۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بیزید یا اس جیسے غیر عادل بادشاہوں کے ساتھ بھی ہو سکے سوال فی بیزید بن معاویہ ص ۲۸۔ ابن جوزی نے قاضی ابویعلیٰ سے روایت کی کہ انھوں نے اپنی کتاب معتد الاصول میں اپنی اسناد سے صالح بن احمد بن حنبل سے روایت کی کہ صالح نے کہا۔ ابا جی ایک قوم ہمیں بیزید کی دوستی کا الزام دیتی ہے امام احمد نے فرمایا۔ اسے بیٹھے جو خدا پر ایمان رکھتا ہے وہ بیزید کے ساتھ دوستی نہیں کر سکتا اور جن پر خدا نے اپنی کتاب میں لعنت فرمائی اس پر لعنت کیوں نہ جائے۔ ابو

السیف المسلول ص ۴۸۔ صواعق محرقة ص ۲۲۔ اور اس کے بعد امام احمد نے سورہ محمد کی آیات تلاوت فرمائیں امام ابن تیمیہ اور امام احمد کی عبادتوں پر مولانا سندیلوی غور فرمائیں۔ کہ بیزید کی محبت سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ۱۷۔ علوی عفی عنہ

کافسق و فاجر اس کے دور کے سب لوگوں کے نزدیک نمایاں ہو گیا۔ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۱۶ تحت الفصل التاسع والعشرون فی معنی البیعتہ - ۱۷

(۲) وبعد اتقاہم علیٰ عقیقہ اختلافی جواز لعنہ بخصوص اسمہ۔ اور یزید کے فسق پر متفق ہونے کے بعد اختلاف ہوا اس پر نام لیکر لعنت کرتے ہیں۔ الصواعق المحرقة صفحہ ۲۲ مطبوعہ ملتان صاحب اتحات السادہ فخر اجلہ العلوم صفحہ ۴۸۸ ج ۷ پر لکھتے ہیں :-

قال ابن حجر المکی وسوا الایق بقواعد المذہب فلا یجوز لعنہ وان کان فاسقاً

خیثاً۔ ترجمہ۔ اگرچہ یزید فاسق و ضعیف تھا مگر اس پر لعنت کرنی جائز نہیں۔

(۳) شیخ الاسلام علامہ امام ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں۔ ومن جعلہ من الخلفاء الراشدين المہدیین فهو ایضاً ضالاً کمیتسغ کا ذی۔ اور جو شخص یزید کو خلیفہ راشد کہے وہ گمراہ بدعتی اور جھوٹا ہے۔ سوال فی یزید بن معاویہ صفحہ ۱۵ مطبوعہ بیروت ۱۳۹۶ھ

(۴) فاضل جلیل حضرت مولانا عبدالحق حقانی صاحب تفسیر خفانی (۲/۳۶۶ھ) تحریر فرماتے ہیں۔ ان (حضرت معاویہ) کے بعد ان کا بیٹا یزید بد بخت ان کی جائے حاکم ہوا اس نالائق دنیا دار نے،، یزید تحریر فرماتے ہیں۔ "اس کم بخت کے بے دین ہونے میں کیا شک ہے" ملاحظہ ہو عقائد الاسلام لمولانا عبدالحق صاحب حقانی مطبوعہ کراچی۔ اس کتاب پر مندرجہ ذیل اکابر کی تقریفات ہیں۔ حججہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، امام عثمانی حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب۔

۱۷ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں بہر حال مخالفین یزید تو اسے فاسق جانتے ہی تھے مباہعین (بیعت کرنے والے) یزید بھی اسے فاسق ہی سمجھتے تھے اس لئے اس کا فسق متفق علیہ ہے جسے ابن خلدون نے عند الکافر کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ شہید کربلا اور یزید صفحہ ۸۹ طبع جدید لاہور



(۵) قطب الاشاہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب ت گنگوہی قدس سرہ (م ۱۳۲۳ھ) فرماتے ہیں بعض ائمہ نے جو یزید کی نسبت کفر سے کف لسان کیا ہے وہ احتیاط ہے کیونکہ قتل حسین کو حلال جاننا کفر ہے۔ مگر یہ امر کہ یزید قتل کو حلال جانتا تھا متحقق نہیں۔ لہذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر فاسق بے شک تھا الخ فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۴۹۔ مطبوعہ کراچی نیز فرماتے ہیں۔ مگر اجماع جیسا پانچ پہلوں پر ہوا تھا یزید پر کون سا اجماع اہل حق پر ہوا تھا وہ تو متغلب بزور ہو گیا تھا اور اجماع عوام کچھ معتبر نہیں۔ ہدایۃ الشیعہ صفحہ ۹۵۔ اس کے بعد فرماتے ہیں . . . . . اب حقیقت خلفائے خمسہ کی اور تغلب یزید پلید کاشل آفتاب روشن ہو گیا اگر کوہ باطن نہ سمجھے تو کسی کا کیا قصور۔ ہدایۃ الشیعہ صفحہ ۹۵ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔

(۶) مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی دیوبندی (م ۱۳۳۷ھ) یزید کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ در ظلم و جور تعدی و فسق او کلام نیست الخ فتاویٰ والعلوم دیوبند مطبوعہ دیوبند مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی یزید کے مظالم وغیرہ اور فسق میں کوئی اختلاف نہیں ہے صفحہ ۸۰، جلد نمبر ۶۰۵۔

(۷) امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری تحریر فرماتے ہیں۔ مگر بلا کے میدان میں حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی جنگ یزید سے اور حرہ و مدینہ میں اہل مدینہ کی جنگ

یہ جنگ یزید کے زمانہ میں ذوالحجہ ۶۳ھ اہل مدینہ کے ساتھ لڑی گئی اور یزید کی طرف سے مسلم بن عقبہ اس پر مامور تھا اس جنگ میں اہل مدینہ پر بڑے بڑے ظالم ہوئے۔ اور یہ ایام یزیدی دور کے سیاہ ترین ایام ہیں چنانچہ مؤرخ مدینہ علامہ سہودی (م ۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں۔ وکانت وقعتہ الحرہ، و قتل الحسین، و رمی الکعبۃ بالخبثین من شیخ شیخی جری فی ایام یزید۔ و فاء الوفاج ۱۲۰۰ مقلوین کی مجموعی تعداد بہت زیادہ ہے البتہ جو مہاجرین و انصار صحابہ اور جلیل القدر تابعین اس میں شہید ہوئے وہ ایک ہزار سات سو اور عورتوں بچوں کے علاوہ مخلوط لوگ جو شہید ہوئے وہ دس ہزار افراد ہیں

و باقی دیکھ صفحہ ۱۰

عقبہ بن مسلم کی فوج سے (جو یزید کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا) اور مکہ میں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی جنگ حجاج سے نیز عبد الرحمن بن اشعث کے واقعہ میں قراء قرآن کی جنگ حجاج سے، اسی قبیل سے ہیں (یعنی ظالموں کے خلاف ان کے ظلم و

القبیۃ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۴ اور سات سو حفاظ قرآن اور ستانوے قرشی شہید ہوئے۔ وفاء الوفا ص ۱۲۶  
 ج نمبر تاریخ اثنافا للسیوط ص ۸۸ اور مسجد نبوی میں تین دن رات تک اذان نماز نہیں ہو سکی وفاء الوفا  
 ص ۱۳۸ ج نمبر اپنا نچر سیدنا سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ میں مسجد کے اندر پناہ گزین تھا اور جب  
 بھی نماز کا وقت آتا تھا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے اذان کی آواز سنا تھا۔ وفاء الوفا  
 ص ۱۴۲ ج نمبر انیز مسجد نبوی علی عمار جہا الصلوٰۃ والسلام میں ان دنوں گھوڑے باندھے گئے اور وہ  
 مسجد شریف میں لید اور پیشاب کرتے رہے۔ وفاء الوفا ص ۱۳۶ ج نمبر ۱ اور جب جنگ سے فراغت  
 کے بعد یزیدی علم و رہبر یزید میں آیا تو یزید نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کو اپنا مقرب بھی بنا لیا۔ فلما قدم  
 مروان علی یزید شکر لہ ذالک وادناہ۔ وفاء الوفا ص ۱۳۴ ج نمبر انیز جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ  
 وسلم سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے گھر کا سارا سامان لوٹ لیا گیا اور ان کی ریش مبارک اکھڑی  
 گئی۔ العیاذ باللہ۔ روی الطبرانی عن ابی ہارون العربی قال۔ رأیت اباسعیر الخدری رضی اللہ عنہ  
 معطاً للعبیہ۔ فقلت تعبت لجمیتک۔ قال۔ لا۔ ہذا ما قبیت من غلۃ اہل الشام۔ دخلوا زمن الحسرة  
 فاخذوا ما کان فی البیت من متاع او خرفی ثم دخلت طائفتہ اشتری فلم یجدوا فی البیت شیئاً  
 فاسفوا ان یخرجوا بغیر شیء۔ فقالوا۔ اضجوا الشیخ فجعل کل یاخذ من لجمتی حصلاً۔ وفاء الوفا ص ۱۳۵  
 ج نمبر ایس یزید کو مولانا سندیلوی ندوی خلیفہ عادل ثابت فرماتے ہیں اس کے ظالم کی داستان بڑی  
 طویل ہے ہم نے بطور نمونہ چند ایک مظالم کا ذکر کر دیا ہے۔ باقی کو ان پر قیاس کر کے سمجھ لیا جائے کہ وہ  
 کیسا خلیفہ عادل تھا کیا یہ تمام اکابر بلا تحقیق ہی باتیں لکھ دیا کرتے تھے آج چودہ سو سال بعد صرف  
 یزیدی گروہ کے سرخیل سندیلوی صاحب کو ہی صحیح واقعات کا علم ہوا ہے اور آج تک کسی فرد واحد کو  
 بھی صحیح واقعات کا علم نہیں ہو سکا۔ ۹۔ یا پھر سندیلوی صاحب کے پیش و امحو اور محمد عباسی نے تحقیق  
 کی ہے۔ یزید کو خلیفہ عادل کہنا درحقیقت ان تمام بزرگوں کی تغلیط کرنا ہے جو یزید کو فاسق و فاجر  
 کہہ چکے ہیں اور جن کی کفش برداری کو خود مولانا سندیلوی صاحب بھی باعث سعادت جانتے  
 ہیں ملاحظہ ہو۔ جواب شامی ص ۱۶ مؤلف مولانا محمد اسحاق سندیلوی ندوی۔ ۱۲  
 اصل نام مسلم بن عقبہ ہے یہ قلب مکانی سہو کتابت ہے۔ علوی غفر لہ

جوڑ سے بچنے کے لئے لڑی گئی ہیں الخ) انکار الملحدین مترجم ص ۶۸ مطبوعہ مجلس علمی کراچی ترجمہ مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی۔

(۸) امام المحققین حضرت مولانا علامہ عبدالحی لکھنوی قدس سرہ (۴۴، ۱۲۲ھ) سے سوال کیا گیا وہ حق یزید چکونہ اعتقاد باید داشت؟ یزید کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے۔ تو جواب میں بہت سے اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ و مسلک سلم آن ست کہ آن شتی را بمغفرت و ترحم ہرگز یاد نباید کرد و بہ لعن او کہ در عرف منقص بکفار گشتہ زبان خود را آلودہ نباید کرد الخ۔ کہ یزید کے متعلق اسلم ترین مسلک یہ ہے کہ اس (یزید) بد بخت کو مغفرت اور رحمہ اللہ کے کلمات سے ہرگز یاد نہ کرے اور نہ ہی لعنت سے اپنی زبان کو آلودہ کرنے لے۔  
فتاویٰ عبدالحی ص ۹۷، ۸ ج نمبر ۳ (مطبوعہ یوسفی لکھنوی)

(۹) علامہ علی نقاری حنفی رحمہ اللہ نے بھی یزید کو خلفاء جوڑ میں شمار کیا ہے ملاحظہ ہو شرح فقہ اکر ص ۱۱۷ مطبوعہ شاہدرہ دہلی ۱۲۷۷ھ

(۱۰) استاذ العلماء رئیس المتکلمین حضرت الاستاذ مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ (۱۳۹۲ م) تحریر فرماتے ہیں

« امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید پلید سے مقابلہ »

امام حسینؑ کا خروج خلافت راشدہ کے دعویٰ کی بنا پر نہ تھا اس لئے کہ خلافت راشدہ کی مدت تیس سال گذر چکی تھی بلکہ مسلمانوں کو ظالموں کی حکومت سے چھڑانا تھا کہ مسلمانوں پر ظالم اور فاسق و فاجر کی حکومت قائم نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ یزید کی حکومت ابھی پوری طرح قائم نہ ہوئی تھی۔ اہل مکہ، اہل مدینہ اور اہل کوفہ نے ابھی تک یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کی تھی اور حضرت امام حسینؑ اور عبد اللہ بن عباسؑ اور عبد اللہ بن عمرؑ اور عبد اللہ بن زبیرؑ نے بھی بیعت نہ کی۔ اور احادیث میں جو یہ آیا ہے کہ بادشاہ وقت سے بغاوت اور اس کی اطاعت سے خروج جائز نہیں

اگرچہ وہ بادشاہ ظالم ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس بادشاہ کا بلا نزاع اور بلا مزاحمت کامل تسلط ہو جائے وہ اگرچہ ظالم ہو اس کی اطاعت سے خروج اور بغاوت جائز نہیں اور جس کا بھی تک تسلط ہی نہ ہو اور ہمنور اس کی حکومت ہی قائم نہ ہوئی ہو تو اس کا مقابلہ خروج اور بغاوت نہ کہلائے گا۔ دفع تسلط اور رفع تسلط میں بڑا فرق ہے قائم شدہ تسلط کا رفع یعنی اس کا ازالہ خروج اور بغاوت ہے اور کسی ظالم کے تسلط کو قائم نہ ہونے دینا اس کا نام منع تسلط ہے۔ حضرت امام حسینؑ کا خروج بزیہ پلید کے دفع اور منع تسلط کے لئے تھا نہ کہ رفع تسلط کے لئے۔ ماخوذ از فتاویٰ عزیز ص ۲۲۔

ج نمبر ۱۔ خلافت راشدہ طبع اول ص ۲۰۸، ۲۰۹ مصنفہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

(۱۱) امام پاکستان راجس التحقین علامہ دوران استاذنا المکرم حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاری قدس سرہؒ چوکیرویؒ (۱۳۸۹ھ)

۱۲ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ (۱۲۳۹ھ) تحریر فرماتے ہیں۔ خروج حضرت امام حسینؑ بنا بر دعویٰ خلافت راشدہ بیجا مبرکہ بمرور سی سال منقضی گشت نبود بلکہ بنا بر تخلیص رعایا از دست ظالم بود و اعانتہ المظلوم علی الظالم من الواجبات۔ و آنچه در مشکوٰۃ ثابت است کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم از بیعی و خروج ہر بادشاہ وقت اگرچہ ظالم باشد منع فرمودہ اند پس در آن وقت است کہ آن بادشاہ ظالم بلا نزاع و مزاحمت تسلط تام پیدا کر وہ باشد و ہمنور اہل مدینہ و اہل مکہ و اہل کوفہ بتسلط بزیہ پلید راضی نشدہ بودند و مثل حضرت حسین و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمرو و عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بیعت نکرده با جملہ خروج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ برائے دفع تسلط او بود نہ برائے رفع تسلط و آنچه در حدیث ممنوع است آن خروج است کہ برائے رفع تسلط سلطان جائز باشد و الفرق بین المدفع و الرفع ظاہر مشہور فی المسائل الفقہیہ۔ فتاویٰ عزیز ص ۲۲ ج نمبر ۱ مطبوعہ مجتہبی دہلی السلام

۱۳ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے اور سنی و شیعہ نزاعی مسائل میں اللہ تعالیٰ نے خاص مہارت بخشی تھی آپ نے کئی سال تک پندرہ روزہ، الفاروق، رسالہ چوکیہ سے نکالا جو شیعہ اعتراضات کا جواب اور ناموس صحابہ کا پابیان تھا۔ آپ چوکیہ ضلع سرگودھا میں مدرسہ عربیہ دارالہندی (باتی شہنہ صفی پور)

یزید اور واقعہ کربلا کے سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔  
 س۔ واقعہ کربلا میں کس حد تک یزید کا ہاتھ ہے؟ اور وہ اس وقت کربلا سے کتنا دور تھا  
 کیا وہ قابل دشنام ہے۔ کیا یہ سچ ہے۔ کہ وہ فاسق و فاجر تھا؟

جواب۔ واقعہ کربلا کی تمام تر ذمہ داری یزید پر عائد ہوتی ہے۔ وہ اگرچہ اس واقعہ کے  
 وقت ظاہر میں کربلا سے بہت دور تھا۔ مگر حقیقت میں وہ اسی قدر نزدیک تھا کیونکہ  
 کوئی کام اس کی رائے کے بغیر نہیں ہو رہا تھا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم  
 شخصیت پر ہاتھ ڈالنا کسی فوجی افسر یا کسی صوبہ کے گورنر کا ذاتی فعل نہیں ہو سکتا۔  
 ہم اس موقع پر اہل سنت کی مشہور و معروف درسی کتاب شرح عقائد نسفیہ کی ایک  
 عبارت پیش کرتے ہیں جو سوال مذکور کے ہر ایک جز کا شافی جواب ہوگی۔ دیکھو کتاب  
 مذکور مطبوعہ دیوبند۔ ص ۱۱۳۔

والحق ان رضایزید یقبل الجبین واستبشارہ بذلک واپہانتہ اہل بیئت النبی علیہ السلام ما  
 تو اتر معناه وان کا تفصیلہ احاد افحش لا تتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی النصارا  
 واعوانہ (ترجمہ) اور حق بات یہ ہے۔ کہ امام حسینؑ کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور پھر  
 اس پر خوشی کا ظاہر کرنا اور نبیؐ کے گھرانے کو رسوا کرنا اگرچہ لفظوں کے اعتبار اخبارا جاویں  
 مگر معنی کے رو سے متواتر ہیں پس ہمیں اس کے بے ایمان ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے  
 اس لیے ہم کہتے ہیں کہ خدا کی لعنت ہو یزید پر اور اس کے امداد کرنے والوں پر چاہے امداد  
 مشورہ سے کریں اور چاہے اسلحہ سے اس کی امداد کریں۔

(نوٹ) شرح عقائد کی مذکورہ بالا عبارت میں غور کرو۔ اس میں صیغہ متکلم مع الغیر اپنی ذلت

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر) کے بانی اور صدر مدرس رہے۔ مگر زندگی کے آخری چند سال اپنے سرگودھا شہر  
 میں گزارے وہاں ایک عظیم الشان مسجد جامع مسجد فاروق اعظمؓ اور ایک مدرسہ دارالعلوم فاروق اعظم  
 قائم فرمایا مگر آپ تھوڑا ہی عرصہ بعد میں حیات رہے۔ بالآخر ۱۳۸۹ھ کو انتقال فرمایا اور اپنے آبائی  
 گاؤں اجنالہ ضلع سرگودھا میں مدفون ہوئے۔ ۱۴۰۱ھ میں محمد علوی غفرلہ

کی نہیں بلکہ تمام اہل سنت کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اور علم عقائد کی کتابوں میں صرف اسی شرفِ عقائد کو نصابِ تعلیم کے اندر داخل ہونے کا شرف حاصل ہے اور آج تک کسی عالم نے اس کتاب کو نصابِ تعلیم سے خارج کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ پندرہ روزہ "الفاروق" چوکیہ ص ۲۲ - ۱۵ مئی ۱۹۵۷ء ج نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۱۱ تقریباً اسی قسم کی تفصیل علامہ تقی تازانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب عقائد شرح مقاصد میں تحریر فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے مطبوعہ جدیدہ پورہ (۱۲) حکیم الامت مجدد الملک حضرت مولانا الشاہ اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ (۱۳۶۲ھ) ایک طویل سوال کا جواب تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہ نے جائز سمجھا۔ حضرت امام (حسینؑ) نے ناجائز سمجھا اور گواہ میں انقیاد جائز تھا مگر واجب نہ تھا اور متمسک بالحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادت غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بس ہم اسی بنائے مظلومیت پر ان کو شہید مانیں گے۔ باقی یزید کو اس قتال میں اس لئے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید کیوں کرتا تھا مخصوص جب کہ حضرت امامؑ آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کو نوعداوت ہی تھی۔ چنانچہ امام حسنؑ کے قتل کی بنیاد ہی تھی۔ اور مسلط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مسلط ہونا کب جائز ہے۔ مخصوص نااہل کو۔ اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا۔ پھر اہل حل و عقد کسی اہل کو خلیفہ بناتے۔ امداد الفتاویٰ ص ۱۶ ج نمبر ۱۳ (۱۳) امام ربانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۲۲ھ) تحریر فرماتے ہیں۔ ویزید بے دولت از اصحاب نیست در بد بختی او کرا سخن کارے کہ آن بد بخت کردہ ہیج کافر و ننگ ننگند۔ بعضی از علماء اہل سنت کہ در سن او توقف کردہ اند نہ انگہ از دے راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند۔ مکتوبات امام ربانی ص ۱۳۲ دفتر اول مطبوعہ ترکی جس کا حاصل یہ ہے کہ یزید بد بخت صحابی نہیں ہے اور اس کے

بدبخت ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اس بدبخت نے ایسے کام کیے جو فرنگی کافروں نے بھی نہیں کئے بعض علماء اہل سنت نے (مثل امام غزالی وغیرہ) جو اس پر لعنت کرنے میں توقف کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس کو پسند کرتے ہیں اور اس سے راضی ہیں۔ بلکہ محض اس احتمال پر کہ شاید اس نے آخر وقت میں توبہ کر لی ہو اس بنا پر لعنت نہیں کرتے۔

(۱۴) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ (م ۱۳۷۷ھ) فرماتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ مورخین میں سے ان لوگوں کا قول کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ حیات میں یزید معلن بالفسق تھا اور ان کو اس کی خبر تھی اور پھر انہوں نے نامزد کیا ہے بالکل غلط ہے۔ ہاں ہو سکتا ہے کہ اس وقت میں خفیہ طور پر فسق و فجور میں مبتلا ہو مگر ان کو اس کے فسق و فجور کی اطلاع نہ ہو۔ ان کی وفات کے بعد وہ کھیل کھیلا اور جو کچھ نہ ہونا چاہیے تھا کر بیٹھا۔ مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۶۶ ج نمبر مطبوعہ لاہور شائع کروہ مولانا سید حامد میاں صاحب۔ جامعہ مدنیہ لاہور۔

(۱۵) امام اہل سنت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ (م ۱۳۸۱ھ) جو اپنے وقت کے بہت بڑے محقق تھے اور ان کی تحقیقات خصوصاً سنی شیعہ نزاعی مسائل میں ان پر کاربوند نے عماد فرمایا اور امام التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے تو ان کو امام وقت قرار دیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت علیؑ کے فرزند حضرت حسینؑ کا واقعہ کربلا سنی لینے کے لئے کافی ہے۔ کہ ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنی آنکھوں کے سامنے تمام خاندان کٹوا دیا۔ ابوالاکثرہ حضرت علیؑ کی مقدس تعلیمات ص ۳۳ (۱۶) امام المجددین قطب الاقطاب حضرت سید احمد شہید قدس سرہ (م ۱۲۲۶ھ) فرماتے ہیں۔ (حضرت حسینؑ کا) یزید کے ساتھ جنگ کرنے کا باعث اس سے ناجائز امور کے صادر ہونے کے سوا اور کوئی نہ تھا اور جب یہ آدمی ناجائز کام کا مرتکب ہوا تو اس پر

اصرار کیا اور کام کو بہتر اور جانا تو حضرت ہمام رضی اللہ عنہ کی جانب سے دہمکار نے کے لائق ہو گیا اور آپ کے دشمنوں کے متابعت کنندوں میں داخل ہو گیا۔ صراط مستقیم اردو ص ۱۰۴۔ مطبوعہ کراچی۔ (صراط مستقیم حضرت سید صاحب کے ان علوم کا ذخیرہ ہے جو حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید اور حضرت مولانا عبدالحی صاحبان قدس سرہما نے جمع کیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب نے ان علوم کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مدون کر کے کتابی شکل میں ضبط فرمایا تھا۔ علوی عفرہ۔)

(۱۷) امام المناظرین شیخ المحیثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری ثم الدینی قدس سرہ (۱۲۴۶ھ) تحریر فرماتے ہیں۔ جناب امام (حسین) یزید کو جو جو اس کے فسق یا فخر کے علی اختلاف القولین لائق امامت ہی نہیں سمجھتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔ مطرقتہ الکرامہ علی امرأة الامامة ص ۲۸۵۔ مطبوعہ جدید لاہور۔

خلاصہ ۱: یہ ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو اکابر دیوبند سے وابستہ کہتے ہیں ان کو سوچنا چاہیے کہ یزید کو اکابر نے کیا کہا ہے۔ ہم نے بطور نمونہ کے چند اکابر کی کتابوں سے چند حوالہ جات نقل کر دیے ہیں۔ ورنہ تقریباً تمام محققین اکابر کے ہاں یہی بات مسلم ہے کہ یزید فاسق و فاجر تھا اس کو خلیفہ عادل کہنا یا صالح مسلمان کہنا صحیح نہیں ہے۔ اگر اس کے متعلق زیادہ تفصیل درکار ہو تو ”شہید کربلا اور یزید“ مصنف حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور ”شہید کربلا“ مصنف مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ۔ ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ: - احقر نے یضمن اول سے آخر تک اپنے شیخ مرقی میدی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم اور اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہم کو سنا۔ ان دونوں حضرات نے بطور تائید چند کلمات بھی تحریر فرمائے جو کہ ابتدائے مضمون میں ہدیہ قارئین کو دینے گئے ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



# دیباچہ الکتاب

از قلم فیضِ قسم

قائد اہل سنت الحان حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب امتیاز  
بانی و مرکزی امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

المحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ سیدنا محمد  
رحمة للعالمین و خاتما للنبین و علیٰ خلقنا لوالا شدین المعلمین و علیٰ  
آلہ و اصحابہ اجمعین ؎

اما بعد۔۔۔ جنتی سلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نافوتوی بانی دارالعلوم دیوبند،  
قدس سرہ و متوفی ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۷۸ء کے مکتوبات مبارکہ  
کا ایک مجموعہ بنام قاسم العلوم پاکستان میں شائع ہوا ہے جس میں گیارہ مکتوبات ہیں۔ ان میں ایک  
مکتوب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اثبات میں ہے۔ اس وقت پاکستان  
میں یزیدیت و خارجیت کی ایک مستقل تحریک چل رہی ہے جس کے بانی دورِ حاضر میں محمد احمد  
صاحب عباسی مصنف کتاب "خلافت معاویہ و یزید" اور تحقیق مزید وغیرہ میں عباسی  
پارٹی اور اس کے مصنفین تحریک و تفریر کے ذریعہ یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ حضرت علی  
رضی اللہ عنہ برائے نام خلیفہ تھے اور ان کی خلافت خلافتِ نبوت نہیں تھی۔ بروگ حضرت امام حسین  
رضی اللہ عنہ پر بھی غرور و بناوت کا الزام لگاتے ہیں اور ان کو طالبِ جاہ و اقتدار قرار

دیتے ہیں اور ان کے برعکس یزید کو عادل و صلح ، پاکباز و متقی اور ضلیقہ راشد قرار دیتے ہیں اور اس یزید عیاشی میں بہت زیادہ سرگرم ہیں۔ یزید بیت اور خارجیت کی یہ تحریک اس لئے بھی خطرناک ہے کہ یہ لوگ سنی اور دیوبندی بن کر کام کر رہے ہیں۔ چنانچہ عباسی پانڈی کے ایک مصنف مولوی عظیم الدین رکرچی) اپنی کتاب ”حیات سیدنا یزید“ میں عباسی حساب کے متعلق لکھتے ہیں شیخ الاسلام امام اہل سنت علامہ محمد محمد عباسی رحمۃ اللہ علیہ (ص ۱۳۶) یہ پانڈی انجمن محبتیں صحابہؓ اور مجلس حضرت عثمان غنیؓ وغیرہ مختلف تنظیموں کی شکل میں کام کر رہی ہے جس کی وجہ سے ناواقف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدت مند ہیں اور مخالفین کے حملوں کا دفاع کرتے ہیں۔ اس غلط فہمی کی وجہ سے بعض دیوبندی مسک کے تعلیم یافتہ افراد بھی اس فتنہ کا شکار ہو رہے ہیں اور چونکہ پاکستان میں روافض کی طرف سے بھی بہت زیادہ اشتعال انگیزی پائی جاتی ہے خصوصاً محرم اور چہلم کے ایام میں تو گویا سارا ملک نامم کدہ بن جاتا ہے۔ قلمی مجالس کے علاوہ قلمی جلسوں کا بھی پھیلاؤ ہے۔ نذر و منت کے نام پر بھی ہر سال قلمی جلسوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان کی طرف سے ”صحابہ آرڈیننس“ کے نفاذ کے باوجود بھی اعدائے صحابہؓ بڑا بازی سے باز نہیں آتے۔ جس کے رد عمل میں سنی مسلمان ہر اس تحریک و مجلس سے تعاون کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا عنوان مدح و تحفظ ناموس صحابہؓ ہو (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

بیشک حضور خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام جماعت صحابہؓ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی امت کے ماہین ایک واحد واسطہ ہے حسب ارشاد نبوی منْ أَحَبَّهُمْ فَجِجُوْ

مسک اعتدال

أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِخَضِي أِبْغَضَهُمْ وَبِوَجْهِ مِيرِ اصْحَابِ كَيْ سَاغَفَ عَمَّتْ  
 رکھے گا وہ میری ہی محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھے گا۔ اور جو ان سے بغض رکھیگا  
 وہ میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ہی ان سے بغض رکھے گا، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے محبت کرنا ایمان کی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے، لیکن جس طرح حبس اہل  
 بیت کی آڑ میں بغض صحابہ مذموم ہے اس طرح حب صحابہ کی آڑ میں بغض اہل بیت بھی  
 مذموم ہے۔ مسک اہل سنت والجماعت ایک معتدل مسک ہے جس میں افراد و تفریط نہیں  
 پائی جاتی۔ رسول خدا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں خلفائے راشدین، تمام  
 صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات جو حسب ارشاد خداوندی و  
 ازواجہ امہاتہم تمام مومنین اور مومنات کی مومنہ مائیں ہیں۔ اور ان روئے قرآن  
 حضور کی اہل بیت ہیں اور حضور کے ان روئے حدیث اہل بیت حضرت علی المرتضیٰ حضرت  
 فاطمہ الزہراء، حضرت حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان سب سے محبت رکھنا  
 ایمان ہے اور بغض رکھنا نفاق ہے۔ لہذا جو لوگ حب صحابہ کرام کا عنوان قائم کر کے  
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت حضرت علی المرتضیٰ حضرت فاطمہ الزہراء،  
 امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کی صحیح شرعی عظمت کو گھٹاتے ہیں وہ بھی صراط مستقیم  
 سے ہٹے ہوئے ہیں۔ ان میں اور روانض میں مقصد اور نتیجہ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں  
 ہے۔ اگر یہ لوگ اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ ان کا نقیبہ ہے۔

محمد و احمد عباسی حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت پر تنقید  
**حضرت علیؑ کی توہین** کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: دشمنان دین اور کفار سے

تینغ آزائی کرنے کے بجائے طلب وصول خلافت کی غرض سے تلوار اٹھائی گئی تھی،  
 اس کے بعد اپنی تائید میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ازالۃ الخفا کی ایک  
 عبارت سے غلط استدلال کرتے ہوئے اپنے ناپاک نظریہ کی تائید مزید میں ایک غیر مسلم

مستشرق کی عبارت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ شاہ صاحب کے اس خیال کا تائید ایک آزاد نگار مستشرق کے بیان سے ہوتی ہے۔ وہ خود نے اپنے مقالہ بعنوان خلافت میں یہ لکھتے ہوئے کہ:۔ بلا تہوں کے جم غفیر نے (حضرت) علیؑ کو زہم خلافت ہاتھ میں لینے کے لئے بلایا اور طلحہ دزبیرؓ کو ان کی بیعت کیلئے مجبور کیا۔ کہا ہے کہ:۔ حقیقت نفس الامر یہ ہے کہ حضرت علیؑ کو (خلیفہ شہیدک) جانشین کا استحقاق و اقتناء حاصل نہ تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی واضح ہے کہ تقدس و پارسانی کا جذبہ تو ان کے اطلب خلافت میں کارفرمانہ تھا بلکہ حصول اقتدار اور حُب جاہ کی تدابیر تھا۔ اس لئے معاملہ فہم لوگوں نے اگرچہ وہ (حضرت) عثمان کے طرز حکمرانی کی مذمت کرتے تھے۔ حضرت علیؑ کو ان کا جانشین تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ "انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا" گیارہواں ایڈیشن جلد ۵ ص ۱۸) (خلافت معاویہ و یزید طبع چہارم ص ۵۵) ایک غیر مسلم (کافر) تو یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت علیؑ میں تقدس و پارسانی کا جذبہ نہ تھا وغیرہ۔ لیکن ایک مسلمان یہ سبارت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ از روئے قرآن و حدیث قطعی جنتی ہیں۔ وہ قرآن کے موعودہ خلیفہ راشد ہیں۔ بیعت رضوان میں شامل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے راضی ہونے کا اعلان فرما دیا ہے۔ اب فیصلہ کرنا ناظرین کا کام ہے کہ عباسی صاحب نے اپنے مرقع کائید میں ایک غیر مسلم کی مندرجہ بالا عبارت نقل کر کے کونسا راستہ اختیار کیا ہے۔

۱۲۱ حضرت علیؑ کو ہر تنقید بناتے ہوئے اپنے عناد قلبی کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

حضرت علیؑ کا مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں سکونت اختیار کرنا بھی اہل مدینہ سے دل برداشتہ ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اپنی سیاسی مصلحتوں کی بنا پر تھا اور جیتے جی مدینہ میں قدم نہ رکھا بھی االیان مدینہ سے دل برداشتہ ہونے کی بنا پر نہ تھا۔

شاید ان کے ضمیر نے اجازت نہ دی کہ جب یہ تین ازہمناک حالات ان کی سیاسی لغزشوں کے نتیجے میں پیش آچکے ہوں، یعنی خلیفہ کے قتل کو جس کی بیعت میں وہ داخل تھے نہ روکنا (۲) قتل کے بعد ان کے خون کا قصاص نہ لینا اور (۳) سب سے بڑھ کر اپنی مل ام المومنین سے جو قاتلین سے قصاص لینے گئی تھیں برسرِ بیکار ہونا، اور ان سبائیوں کی سارکس سے جو ان کی فرج میں شامل ہو کر گئے تھے اور ان کی امانت کے موجب اور اذیت جسمانی پہنچ جانے کے باعث ہونے تھے ان کو بدستور اپنا مشیر بنائے رکھنا۔ ان حالات میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرا نگاہ کے سامنے کیسے حاضر ہو سکتے تھے خصوصاً آپ کی محبوب ترین رفیقہ حیات کے ساتھ جس طرح عمل کے بعد تحقیق مزید نہ بطور نمونہ یہاں صرف دو عبارتیں درج کی ہیں جن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عباسی صاحب کے دل میں کیا ہے۔ اور یہ حسبِ ام المومنین کی آڑ میں سنت ہے یا سبائیت کی خارجیت۔ ان کی مزید تفصیل ان اشار اللہ میری زیر تالیف کتاب "خارجی فتنہ" میں آنے گی۔۔

**امام حسینؑ کی توہین** | اہل سنت والجماعت کے عقیدہ میں حسبِ ارشاد نبوی (حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ رضی اللہ عنہما جنت کے جوائزوں کے سردار ہیں۔ لیکن محمود احمد صاحب عباسی ان کو بھی جاہ و اقتدار کا طالب سمجھتے ہیں اور ان پر بھی ایک غیر مسلم مورخ کی عبارت کی آڑ میں تنقیدی نشر چلائے ہوئے لکھتے ہیں :- آزاد اور بے لاگ مورخین نے حضرت حسینؑ کے اقدام خروج کے سلسلے میں اسی بات کو بیان کیا ہے۔ مشہور مورخ دوزی کا ایک فقرہ اس بارے میں قابلِ لحاظ ہے وہ لکھتا ہے :- کہ اخلاف یعنی آنے والی نسلیں کا عموماً یہ شعار رہا ہے کہ وہ ناکام مدعیوں کی ناکامی پر جذبات سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور یہ

اوقات انصاف اور قومی امن اور ایسی علامتِ جنگی کے ہولناک خطروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو ابتداء میں نہ روک دی گئی ہو۔ یہی کیفیت اصناف کی حضرت حسینؑ کے متعلق ہے جو ان کو ایک ظالمانہ جرم کا کشتہ خیال کرتے ہیں۔ ایرانی شدید تعصب نے اس تصویر میں حد و خال بھرے اور حضرت حسینؑ کو بجائے ایک معمولی قسمتِ آزما کے جو ایک انوکھی لغزش و خطائے ذہنی اور قریب قریب غیر معمولی حسبِ جاہ کے کارنِ ہلاکت کی جانب تیز گامی سے رماں دواں ہوں، علی اللہ کے رُوپ میں پیش کیا ہے۔ ان کے ہم عصروں میں اکثر و بیشتر انہیں ایک دوسری نظر سے دیکھتے تھے اور انہیں عہد شکنی اور بغاوت کا تصور وار خیال کرتے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے (حضرت معاویہؓ کی زندگی میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی تھی اور اپنے حق اور دعوئے خدان کو ثابت نہ کر سکے تھے)۔ (ص ۱۶۶) تاریخ مسلمان اسپن مؤلف دوزی مترجم فرانسس گرین سٹوکس مطبوعہ لندن ۱۹۱۳ء) (خلافتِ معاویہ و یزید طبع چہارم ۱۳۲۵) یہاں اس بحث کی گنجائش نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی کیا نوعیت تھی صرف اس مقصد کے تحت بحوالہ دوزی عباسی کی عبارت پیش کی ہے، کہ عباسی صاحب حضرت حسینؑ کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں اور وہ حضرت امام حسینؑ کو ایک خدا پرست طالبِ رضا نے حق صحابا مانتے ہیں یا جاہل پست اند نفس پرست انسان۔

حضرت علی المرتضیٰؑ جو اہل سنت و الجماعت کے عقیدہ میں یزید اور عباسی | جو تھے خلیفہ راشد ہیں اور امام حسین رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسے اور فیض یافتہ صحابی اور حقیقی شخصیت ہیں۔ ان دونوں کے متعلق عباسی صاحب کا نظریہ ان کی مندرجہ بالا عبارتوں سے پیش کر دیا ہے۔ اب ان کی وہ عبارتیں ملاحظہ فرمائیے جن میں انہوں نے یزید بن معاویہؓ کے متعلق اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ صفائی محمودہ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:۔ علم و

فضل، تقویٰ و پرہیزگاری پابندی صوم و صلوٰۃ کے ساتھ امیر یزید حد درجہ کریم النفس،  
 حلیم الطبع، سنجیدہ و متین تھے۔ ایک عیسائی رومی مؤرخ نے ان کی سیرت کے بارے میں  
 ان کے ہم عصر کا بیان ان الفاظ میں لکھا ہے :- وہ (یعنی امیر یزید) حد درجہ حلیم و کریم  
 سنجیدہ و متین۔ غرور و خود بینی سے مبرا۔ اپنی زبردست رعایا کے محبوب، تزک و  
 احتشام شاہی سے متنفر تھے۔ عام شہریوں کی طرح سادہ معاشرت سے زندگی بسر  
 کرنے والے اور مہذب تھے۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص ۱۱۶)

علامہ ابن کثیر نے ان کے فضائل کے بارے میں اسی قسم کے الفاظ تحریر کئے ہیں  
 لکھتے ہیں :- وقد کان یزید فیہ خصال محمودۃ من الکرم والحلم والفاصحا  
 والشعرا والشجاعة وحسن الروایۃ فی الملک وکان ذاجمال حسن الماشرة  
 (ص ۲۲۰ ج ۸ - البدایۃ والنتہایۃ و تاریخ الاسلام ذہبی ص ۹۳ جلد ۳)  
 (ترجمہ) ”اور یزید کی ذات میں قابل ستائش صفات حلم و کرم - فصاحت و شعر گوئی  
 اور شجاعت و بہادری کی تھیں۔ نیز معاملات حکومت میں عمدہ مانے رکھتے تھے اور  
 وہ خوبصورت اور خوش سیرت تھے۔“ خلافت معاویہؓ پر یہ ”منا“

اس کے بعد حافظ ابن کثیرؒ نے جو لکھا ہے حسب ذیل ہے :- ”وکان فیہ  
 ایضا اقبال علی الشہوات وتسلو بعض الصلوات فی بعض الاوقات واما تنہا  
 فی غالب الاوقات“ (ترجمہ) اور اس میں یہ بھی عادتیں تھیں۔ شہوتوں کی طرف  
 اس کا میلان تھا۔ اور بعض اوقات میں بعض نمازیں چھوڑ دیتا تھا۔ اور اکثر اوقات  
 میں وہ نمازوں کو فوت کر دیتا تھا“

چونکہ مندرجہ عبارت سے یزید کا فسق ثابت ہوا تھا اس لئے عباسی صاحب نے  
 یہ عبارت نہیں لکھی حالانکہ یہ کھلی ہوئی خیانت ہے۔ جب حافظ ابن کثیر کی رائے یزید کے  
 بارے میں لکھنا مقصود تھا تو ان کی اس بارے میں ساری عبارت درج کرنا لازم تھا، تاکہ

ناظرین کو ان کی رائے صحیح طور پر معلوم ہو جائے۔ اس سے عباسی صاحب کی تحقیق و دیانت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جب اس حرکت پر گرفت ہوتی تو دوسرے ایڈیشن میں بھی وہ حذف شدہ عبارت نہیں لکھی، بلکہ حاشیہ میں یہ نوٹ دیدیا کہ:۔

”اس عبارت کے بعد ہی لفظ ایضاً کے ساتھ جو الفاظ درج ہیں وہ اس لئے حذف کر دیئے گئے کہ جن بزرگوں کو امیر یزید کے حالات سے ذاتی واقفیت تھی انہوں نے امیر موصوف کی پابندی نماز اور اتباع سنت کا حال بیان کیا ہے مثلاً برادر حسینؑ محمد بن الحنفیہ وغیر ہم نے جو دوسری جگہ درج ہے۔ نیز اس موقع پر ان کی کریم نفسی کا ذکر کیا گیا ہے“ (خلافت معاویہؓ و یزید متا) یہ عذرگناہ بدتر از گناہ ہے۔

اعتراض تو یہ ہے کہ اگر یزید کے بارے میں ابن کثیرؒ کی رائے کا مجمع اظہار مقصود تھا، تو پھر یہ تدبیر صحیح ہے جو عباسی صاحب نے اختیار کی ہے۔ اسے کہتے ہیں میٹھا میٹھا ہے اور گڑوا کر ڈرا تھو۔ (۶۷) نیز لکھتے ہیں:۔ امیر یزید کو حکومت و سپاس امور میں ہی حضرت فاروق اعظم کی پیروی کا اہتمام نہ تھا بلکہ طرز معاشرت میں بھی ان کی پیروی کرتے، زندگی یزیدؒ فاروق اعظمؓ کی پیروی میں | حد درجہ سادہ تھی۔ عام باشندوں کی طرح ان کا لباس سادہ ہوتا، حکومت کے ططراق و تزک شاہی سے سخت متنفر تھے۔ لاکھوں روپیہ و خائف و عطایا کا دوسروں کو دریا دلی سے دیتے، مگر اپنی ذات پر معمولی خرچ کرتے زاد و عباد امت کی لباس میں شریک ہوتے حضرت ابو الدرداء جیسے زاہد صحابی سے بہت مانوس تھے۔ امیر یزید کے ہم جلس زاد و عباد امت تھے۔ علماء و فضلاء تھے۔ طلبہ و مشیدایان علم تھے الخ (ایضاً طبع چہارم ص ۱۱)

مندرجہ عبارت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ یزید بڑا عابد و زاہد تھا

گردار یزید کا دوسرا پہلو | حضرت ابو درداءؓ جیسے صحابی سے فیضان حاصل کرتا تھا

حضرت ابو الدرداءؓ نے حضرت عثمانؓ کی خلافت میں وفات پائی ہے اور یزید کی پیدائش بھی حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ہوئی ہے۔ خدا جانے یزید نے کس عمر میں یہ صحیفہ



حاصل کی ہیں۔ یہ بحث کتاب "خارجی فتنہ" میں آئے گی، یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ یزید تو عباد و زبَاد کی مجالس کے فیضان سے عابد و زاہد بن گیا تھا۔ کیا حضرت حسینؑ اور حضرت علی المرتضیٰؑ کو بھی حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش اور صحبت اور دعوات و برکات سے کچھ حصہ ملا تھا یا نہیں؟ بسوخت عقلی زحیرت کہ اس پر ہوا العجیبیت

اب کہ دارِ یزید کا دوسرا دشمن پہلو عباسی صاحبِ ہسی کی عبارت سے ملاحظہ فرمائیں۔ راء، انسائیٹیکو پیڈیا آف اسلام کے لائق مقالہ نگار رفقطران ہیں: "یہ حقیقت ہے کہ یزید نے (اپنے والد) معاویہ کی پالیسی و طریق کار کے بدستور جاری رکھنے کی کوشش کی اور ان کے باقی ماندہ رفقائے کار کو قائم و برقرار رکھا تھا۔ وہ خود شاعر تھا۔ موسیقی کا ذوق رکھتا تھا۔ اہل ہنر اور شعراء کا قدر دان اور ادب اور آرٹ کا مربی اور سرپرست تھا۔" (خلافت معاویہ و یزید ص ۳۵) (دج) یہ بات بھی صحیح ہے کہ یزید شکار کے شوقین تھے مگر وہ امن پسند و صلح جہ اور فیاض اور فروخ دل شاہزادہ تھے۔ (۲۵ نوے انسائیٹیکو پیڈیا برٹانیکا۔ گیارہواں ایڈیشن" (۱۱) ایضاً ص ۳۵)

(۲) عباسی صاحب لکھتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ امیر یزید بڑے شکاری اور نہر دست شاہسوار تھے۔ پروفیسر ہتی نے اسلام میں پہلا بڑا شکاری انہیں کہا ہے

(THE FIRST GREATHUNTER IN ISLAM)

یزید کا چیتے کو سنانا اور لکھا ہے ہی بیٹے میں جنہوں نے ایک چیتے کو سنا دیا تھا کہ گھوڑے کے ہڑ کے پچھلے حصے پر سوار چلا کرے۔ مورخ الخنزری نے بھی لکھا ہے کہ یزید شکار کے بڑے شوقین تھے " (ص ۱۲۴ جلد ۴) مگر شکار کا شوقین ہونا اور شکاری چیتے پالنا تو ممنوع نہیں۔ قرآن مجید میں شکاری چوپایوں اور پرندوں کے ذریعہ شکار کھیلنے کے احکام میں خدا نے جب شکار حلال کیا اسے حرام کون کہہ سکتا ہے اور امر مباح کے مرکب کو فاسق کیسے کہا جا سکتا ہے " (تحقیق مزید ص ۱۶۹) الجواب: شکار کے مباح ہونے کا یہ مقصد تو

نہیں کہ خلیفہ وقت شکار ہی کھیلتا رہے اور چیتا سدھانے اور اس کے کرتب دیکھنے اور دکھانے میں عیش و دبستی کی زندگی گزارے۔ کیا خلفائے راشدین نے بھی شکار کے مباح ہونے کی وجہ سے اس قسم کے مظاہرے کئے تھے۔ عبرت عبرت۔ عبرت۔

بجز ان "منصف مزاجی" عباسی صاحب لکھتے ہیں۔

منصف مزاجی کی یہ کیفیت تھی کہ ذاتی معاملات

## یزید کے حرم میں منغیہ

میں بھی امیر یزید و امن النصف کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ ابن کثیرؒ نے سلام نامی ایک کنیز کا واقعہ بیان کیا جیسے جو مدینہ منورہ کی رہنے والی حسن و جمال میں یکتا اور مہمہ صفت موصوف تھی۔ قرآن شریف اچھی قرأت سے سناتی، شاعر اور منغیہ تھی۔ حضرت حسان بن ثابت کے فرزند عبدالرحمن نے جو خود بھی شاعر تھے اور جن کا ذکر ایک قصہ میں اوپر گزر چکا۔ اس کنیز کی امیر یزید سے بہت کچھ شاد و صفت کر کے اس کی خریداری پر راضی کیا۔ کنیز کے آقا سے خریداری کا معاملہ طے کر لیا گیا۔ کنیز مذکورہ مدینہ سے دمشق آ کر داخل حرم کی گئی اور دوسری کنیزوں پر اسے فوقیت حاصل ہو گئی۔ لیکن جب یہ راز افشا ہوا کہ یہ کنیز اور مدینہ منورہ کا ایک اور شاعر احوص بن محمد ایک دوسرے کے دام میں گرفتار ہیں۔ امیر یزید نے احوص کو جو دمشق میں موجود تھا نیز سلامہ کو مواجه میں طلب کرے تصدیق کی۔ ان دونوں نے فی البدیہہ اشعار میں افواہ محبت کیا سلامہ نے کہا کہ شدید محبت مثل روح کے میرے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے تو کیا اب روح اور جسم میں مفارقت ہو سکے گی۔ امیر یزید نے یہ حال دیکھ کر سلامہ کو احوص کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اے احوص اب یہ سلامہ تمہاری ہے تم اسے لو۔

پھر اسے اچھا انعام عطا کیا۔ (البدایہ و النہایہ جلد ۸ ص ۲۳۹)

عباسی صاحب نے یہاں قبنا واقعہ سلامہ (منغیہ یعنی گانے بجانے والی) کا لکھا

اس سے بھی یزید کے زہد و تقویٰ پر کافی روشنی پڑتی ہے لیکن ابن کثیر کی درمیان کی

عبارت عباسی صاحب نے حذف کر دی ہے جس سے یزید صاحب مجسم زہد و تقویٰ ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن کثیر لکھتے ہیں:-

وكان عبد الرحمن بن حسان والاحوص يعلمان عليهما ابو عبد الرحمن  
 اور احوص دونوں سلامہ (یعنی گلوکارہ) کے پاس بیٹھتے تھے، لیکن سلامہ کا اصل تعلق احوص  
 کے ساتھ ہو گیا تھا اس لئے عبدالرحمن نے رقابت کی وجہ سے یزید کو سلامہ کی خریداری کی  
 ترغیب دی تھی۔ احوص کو جب اس کا علم ہوا تو وہ یزید کے پاس جا کر بھڑا۔ یزید نے  
 بھی اس کا اکرام کیا۔ سلامہ نے ایک خادم کو لالچ دے کر احوص کے اس کے پاس لٹنے  
 کے لئے بھیجا۔ یزید کو خادم نے اس امر کی اطلاع کر دی تو یزید نے خادم سے کہا کہ  
 تم احوص کو سلامہ کا پیغام پہنچا دو۔ چنانچہ احوص سلامہ کے بلانے پر اس کے آگیا ساری  
 رات سحری تک وہ دونوں ایک کمرے میں اکٹھے رہے۔ اور یزید ساری رات ان کو گھپی  
 کر دیکھتا رہا۔ البدایہ والنہایہ کے الفاظ یہ ہیں :- وجلس یزید فی مکان یدرہما  
 ولا یریدانہ (اور یزید ایسی جگہ بیٹھا جہاں سے وہ ان کو دیکھتا تھا لیکن وہ دونوں  
 اس کو نہیں دیکھتے تھے) صبح جب احوص سلامہ کے ہاں سے نکلا تو خلیفہ (یزید) صاحب  
 نے اس کو پکڑ لیا۔ پھر سلامہ کو بلایا تو دونوں نے اپنے عشق کا اقرار کر لیا۔ اور سلامہ  
 نے وہ شعر پڑا جس کا ترجمہ خود عباسی صاحب نے بھی لکھ دیا ہے

**مقام عبرت** | عباسی صاحب کی مندرجہ عبارات سے ثابت ہوا کہ  
 (۱) یزید موسیقی کا شوق رکھتا تھا (۲) اسلام میں پہلا بڑا لشکارہ  
 کا کھلاڑی تھا اور اسی سلسلہ میں جیتا بھی سدھایا ہوا تھا (۳) مغنیہ (گانے بجانے  
 والی عورتوں کو اپنے حرم میں رکھتا تھا۔ (۴) سلامہ مغنیہ اپنے اوصاف و کمالات کی  
 وجہ سے سب پر فوقیت لے گئی تھی۔ (۵) سلامہ کے دو عاشق تھے جن میں احوص گامیاب  
 ہو گیا تھا (۶) یزید نے خادم کو اجازت دے دی کہ وہ احوص کو سلامہ کے پاس لے

آئے (۸) سلام اور احوص ساری رات اکٹھے رہے (۸) خلیفہ صاحب بھی سحری تک ساری رات عشق تباہی کا مظاہرہ دیکھتے رہے (۹) جب صبح دو تونوں نے مشقت کا اقرار کر لیا تو امیر المؤمنین نے انتہائی منصف مزاجی کے تحت سلامہ کو احوص کے حوالے کر دیا اور اس کو انجام واکرام سے نوازا۔

اب کوئی منصف مزاج صاحب ہمیں بتائیں کہ کیا یہی کردار ایک عادل و صالح اور خلیفہ راشد کا ہوتا ہے۔ کیا منصب خلافت کے یہی تقاضے ہونے چاہئیں؟ مضر و متہ زہد و تقویٰ کا یہی اعلیٰ نمونہ ہے۔ ساری رات اس قسم کا نظارہ دیکھنا کیا یہی خلیفہ صاحب کی نقلی عبادات میں شامل ہے۔ کیا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہی نمونہ تھا جس کے متعلق عباسی صاحب لکھ رہے ہیں کہ :- امیر یزید کو حکومت و سپاس امور میں ہی حضرت فاروق اعظم کی پیروی کا اہتمام نہ تھا بلکہ طرز معاشرت میں بھی ان کی پیروی کرتے۔ زندگی حد درجہ سادہ تھی۔ کیا دوسرے حضرات صحابہؓ سے یزید کو یہی فیضان حاصل ہوا تھا جس کا ڈھنڈورا عباسی صاحب پیٹ رہے ہیں۔ اگر مذکورہ کردار ولے خلیفہ کو اکابر اہل سنت و الجماعت نے فاسق قرار دیا ہے تو بتائیں ان کا کیا جرم ہے۔ ایسے شخص کو عادل و صالح اور راشد خلیفہ کہنا جرم ہے یا فاسق قرار دینا۔ عبرت، عبرت، عبرت۔

مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی سابق شیخ الحدیث  
مدوۃ العلماء لکھنؤ (حال جامعا اسلامیہ بنوری ٹاؤن)

سندیلوی سخی عباسی

کہاں، بھی یزید کے حامی ہیں۔ چنانچہ اپنے ایک رسالہ بنام قاضی مظہر حسین صاحب دیکھو! کے اعتراضات کا "جواب شافی" مٹا پر لکھتے ہیں :-

میری رائے حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کے جلیل القدر بھائی اور یزید کے

"۔ گواہ حضرت محمد بن حنیفہ کی تحقیق کے عین مطابق ہے کہ :- یزید ایک

صالح مسلمان تھے اور خلیفہ عادل بھی تھے الخ حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ: حضرت محمد بن حلیفہ کا مفصل ارشاد علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۲۱۹ مطبوعہ بیروت میں دیا ہے۔

الجواب۔ ۱۱، اس کی مستقل بحث تو زیر تالیف کتاب "مولانا محمد اسحاق سندیلوی اور خارجی فتنہ" میں آئی ہے، یہاں دریافت طلب امر یہ ہے حضرت محمد بن حلیفہ یزید کے پاس کتنا عرصہ ٹھہرے تھے؟ (۲) حضرت محمد بن حلیفہ کے بڑے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ جو صحابی بھی ہیں اور حسب حدیث نبوی جنت کے جوانوں کے سردار بھی ہیں۔ انہوں نے یزید کی کیوں مخالفت کیوں کی تھی؟ اگر سندیلوی صاحب ان کی مخالفت کو حصول اقتدار کی خواہش پر مبنی قرار دیں تو یہ بدظنی حضرت حسینؑ کی شرف صحابیت کے خلاف ہے۔ (۳) علامہ ابن کثیر نے حضرت محمد بن حلیفہ کا مذکورہ نقل نقل کرنے کے باوجود یہ لکھا ہے کہ: "شہوتوں کی طرف اس کا میدان تھا اور بعض اوقات میں بعض نمازیں چھوڑ دیتا تھا اور اکثر اوقات میں وہ نمازوں کو فوت کر دیتا تھا" (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲) (۴) اگر یزید صالح و عادل خلیفہ تھا تو اہل مدینہ نے اس کی بیعت کو کیوں توڑا جس کی بنا پر واقعہ حرہ پیش آیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور ان کے بیٹوں نے اس کی مخالفت کیوں کی جس کے نتیجہ میں آپ شہید ہو گئے (۵) مولانا سندیلوی کے مدوح محمود احمد عباسی صاحب نے البدایہ والنہایہ سے سلامہ اور احصا کے مصنف کے جس طرح ذکر کیا ہے اور یزید کا اس بارے میں جو کردار سامنے آتا ہے، (جیسا کہ پہلے عبادت پیش کی جا چکی ہے) کیا اس کے باوجود بھی یزید کو صالح اور عادل خلیفہ قرار دے سکتے ہیں۔

عباسی صاحب کی کتاب خلافت معاویہ و کتابت معاویہ یزید کی تائید از سندیلوی یزید شائع ہوئی تو حضرت مولانا تری

محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس کے خلاف ایک بیان دیا تھا جس کے جواب میں مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی نے ”دیوبند سے ایک عجیب بیان“ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جو صدق جدید لکھنؤ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا جس میں انہوں نے لکھا کہ ”کتاب خلافت معاویہ و یزید“ تو دروازہ فتنہ ثابت ہوئی۔ اگر شیعہ حضرات اس کی اشاعت سے مضطرب ہیں تو جاتے تعجب نہیں ہے مگر بعض اہل سنت کا ان کی ہم نوائی کرنا حیرت انگیز ہے۔ خصوصاً مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند کا براہِ اعلان اور بھی تجرہ نغیز ہے کہ کتاب کے مضامین مسلک اہل سنت و الجماعت کے خلاف اور جذبات کو مجروح کرنے والے ہیں۔ میں نے کتاب اول سے آخر تک دیکھی اس کا موضوع تاریخی واقعات ہیں نہ کہ مذہبی عقائد الخ۔ سندیلوی صاحب کا یہ بیان عباسی صاحب نے ”خلافت معاویہ و یزید“ طبع سوم ۱۸ پر نقل کیا ہے لیکن بجائے نام کے یہ لکھا ہے کہ۔

دارالعلوم ندوہ کے ایک فاضل استاد نے ”دیوبند سے ایک عجیب بیان“ کے عنوان سے الخ سندیلوی صاحب کے اس بیان کی تردید ماہنامہ دارالعلوم دیوبند جنوری ۱۹۶۰ء میں مولانا ابوالمنظور احمد استاذ مدرسہ اہل العلوم بانسواڑہ دکن نے کر دی تھی۔ یہاں سندیلوی صاحب کے مذکورہ بیان کا ذکر اس لئے کر دیا گیا ہے کہ انہوں نے کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ اول سے آخر تک دیکھی ہے اور اس کتاب میں سلامہ۔ احوص اور یزید کا قصہ بھی مذکور ہے۔ اس لئے میں نے عرض کر دیا ہے کہ اس قصہ کے تحت خلیفہ یزید کا کردار جو سامنے آتا ہے کیا یہ کسی صالح اور عادل خلیفہ کا کردار ہو سکتا ہے؟ اور سندیلوی صاحب کا یہ کہنا بھی بالکل غلط ہے کہ اس کتاب کا موضوع تاریخی واقعات ہیں نہ کہ مذہبی عقائد۔ کیونکہ عباسی صاحب نے اس کتاب میں بعنوان ”سبائے پارٹی اور حضرت علیؑ کی بیعت“ خلافت رضوی پر

مفصل بحث کی ہے اور اپنے موقف کی تائید میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور علامہ ابن تیمیہؒ کی عیادتیں پیش کی ہیں۔ کیا سندیلوی صاحب کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کی بحث مذہبی عقائد سے کوئی تعلق نہیں رکھتی؟ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بھی خلفائے ثلاثہ کی طرح آیت تمکین اور آیت استخلاف کا مصداق ہے۔ چنانچہ ”جواب ثانی“ میں موصوف نے یہ تصریح کر دی ہے کہ یہ حضرت علیؑ کی خلافت بھی آیت استخلاف و آیت تمکین کی مصداق ہے الخ

مولانا سندیلوی یزید کو خلیفہ صالح مانیں یا خلیفہ راشد، وہ اپنے نظریہ میں آزاد ہیں کیونکہ وہ اکابر سلف کی تحقیق کو تسلیم نہیں کرتے لیکن ان کا یہ کہنا کس قدر تعصب یا کج فہمی پر مبنی ہے کہ محمود احمد عباسی کی زیر بحث کتاب کا موضوع تاریخی واقعات ہیں نہ کہ مذہبی عقائد۔

میں نے ”دفاع صحابہ“ میں لکھا تھا کہ مولانا موصوف اکابر اسلام اور سندیلوی (یعنی سندیلوی صاحب) بھی یزید کو ایک صالح اور

عادل خلیفہ قرار دیتے ہیں جس کی وضاحت انہوں نے ایک غیر مطبوعہ کتب میں کر دی ہے۔ حالانکہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ حیدر علی مولانا منتہی الکلام وغیرہ حضرت مولانا محمد فاقم نانوتوی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب منی اور امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی (جن کو امام تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس قدس سرہ نے امام وقت قرار دیا ہے) سب یزید کو فاسق قرار دیتے ہیں۔ اس کے جواب میں سندیلوی صاحب فرماتے ہیں: ان بزرگوں کے ساتھ محبت و عقیدت کو میں اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہوں اور ان کی کفش برداری میسر ہونے کو باعث عزت، لیکن باوجود اس کے ان کی ہر رائے

کی اتباع کو ضروری نہیں سمجھتا۔ اس کے ساتھ یہ جانتا ہوں کہ یہ بزرگانِ امت مخلص اور حق پسند تھے اگر تحقیق فرماتے تو وہی کہتے جو میں کہتا ہوں الخ (جواب ثانی ص ۱۳۷)

یہاں سند یوی صاحب سے مختصراً سوال یہ ہے کہ اگر بغیر تحقیق کے ان حضرات نے (جن کی کفایت برداری کو آپ باعث عزت سمجھتے ہیں) یزید کو فاسق قرار دیا ہے تو کیا ان کے علم و تقویٰ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ اس صورت میں آپ کا ان حضرات سے اپنی عقیدت کا اظہار کرنا کیا فقہ کے دائرہ میں تو نہیں آتا۔ کیا سند یوی صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ محدثین اور شارحین حدیث نے بھی یزید کی شخصیت پر بحث کی ہے اور فن اسما الرجال کے ماہرین نے بھی اس کو غیر عادل اور غیر ثقہ قرار دیا ہے۔ کیا آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اسمائے الرجال کی کتابوں میں کسی نے اس کو عادل اور صالح قرار دیا ہے اور سند یوی صاحب یہ بھی جانتے ہوں گے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ تو اس اصول کی بنا پر یزید کو غیر ثقہ اور غیر عادل کہنا ہی صحیح ہے۔ مشہور محقق مزیح ابن خلدون بھی یزید کو بالاتفاق فاسق قرار دیتے ہیں اور دورِ حاضر کے مورخ علامہ مسید سلیمان ندوی کی تحقیق میں بھی وہ فاسق ہے۔ یہ صدیوں کے محققینِ ہال سنت جن میں نقباءِ محدثین بھی ہیں اور مورخین و متکلمین بھی، مجددینِ امت بھی ہیں اور مصلحین ملت بھی یزید کو فاسق سمجھتے ہیں (حتیٰ کہ بعض اکابر نے اس کی تکفیر بھی کی ہے) تو کیا ان سب حضرات نے بلا تحقیق یزید کو فاسق کہہ دیا ہے؟ سند یوی صاحب کے پاس وہ کونسی کتب پہنچ گئی ہیں جن سے یہ حضرات ناواقف تھے۔ اسلافِ اسلام کی اگر یزید کے بارے میں تحقیق کا یہ حال ہے تو دوسرے عقائد و مسائل میں ان پر کیونکر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

قارئینِ کرام! سند یوی صاحب کی تضاد بیانیوں کے انکشاف کے لئے میری زبردست نایف کتاب "خارجی فتنہ" کا انتظار فرمائیں۔



حضرت مولانا نانوتویؒ | بعض لوگ یزید کے مقابلہ میں حضرت امام حسینؑ کو باغی قرار دیتے ہیں۔ ان کو شدید تسلیم نہیں کرتے

حالانکہ اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حادثہ کربلا میں حضرت حسینؑ شہید ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے اپنے ایک محققانہ مکتوب میں اس مسئلہ کے مالاہ و ماعلیہا پر مفصل اور مدلل بحث فرمائی ہے اور اسی سلسلہ میں یزید کو فاسق قرار دیا ہے۔ حامیان یزید اپنے موقف کی تائید میں یزید کی بیعت کے متعلق بخاری شریف سے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد پیش کرتے ہیں اس کا بھی شافی جواب دیا ہے۔ یزید کی بیعت کرنے یا نہ کرنے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا۔ چنانچہ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں: مگر اس وقت اہل رائے اور اہل تدبیر کی رائے مختلف ہو گئی۔ جس کسی کو فتنہ و فساد کا اندیشہ غالب آیا اس نے مجبوراً بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور معصیت سے بچنے کے لئے نیکی کی پیروی کرنے کی شرط کو درمیان میں رکھا لیکن جس شخص یعنی حضرت امام حسینؑ کو بڑی جماعت کے وعدے پر غلبہ اور شوکت کی امید نظر آئی وہ اس کے لئے کھڑا ہو گیا اور جنگ کا عزم کر لیا۔ بس جو کچھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ان جیسوں نے کیا وہ بجا کیا اور جو کچھ حضرت سید الشہداء (امام حسینؑ) نے کیا وہ بالکل حق اور صواب کیا۔ اس اختلاف کی بنیاد امید غلبہ و عدم غلبہ پر ہے نہ کہ اصل فعل کے جائز اور ناجائز ہونے کے اختلاف پر۔ مگر انجام کار کو فیوں کی وعدہ خلائی کی وجہ سے حضرت سید الشہداء (امام حسینؑ) علیہ السلام کی تدبیر فیل ہو گئی اور امام مہرم کو قیامت سے پہلے میدان کربلا میں قیامت قائم ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (ترجمہ مکتوب قاسمی) خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو یزید کے مقابلہ میں کامیاب ہونے کی امید تھی۔ اس لئے

انہوں نے بیعت نہ کی۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ اصحابؓ کو کامیابی کی اُمید نہ تھی اس لئے انہوں نے یزید کی مخالفت نہ کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب کوفیوں کی خلائی کی وجہ سے آپ کو کامیابی کی اُمید نہ رہی تو پھر آپ نے ابن سعد کے سامنے یہ تین شرطیں پیش کریں (۱) واپس لوٹ جائیں (۲) سرحد پر کفار کے ساتھ جہاد میں شامل ہو جائیں (۳) خود یزید کے پاس جا کر بات کر لیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام حسین نے ایک شرعی بنیاد پر یزید کی مخالفت کی تھی نہ کہ محض حصول اقتدار کی خواہش کے تحت جیسا کہ عباسی اور ان کی ہارٹی کہتے ہیں لیکن جب کوفیوں سے مایوس ہو گئے تو سابقہ پالیسی میں تبدیلی کر دی۔ یعنی مقابلہ کا ارادہ ترک کر دیا لیکن محمود احمد عباسی صاحب کا یہ قول غلط ہے کہ حضرت حسینؓ نے اپنے مرقف میں تبدیلی کر لی تھی اور یزید کی بیعت کے لئے ہی اس کے پاس جانے کی اجازت چاہی۔ اس لئے کہ :-

(ا) آپ کے کسی قول سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے سابقہ نظریہ ترک کر دیا تھا جن روایات میں یہ آتا ہے کہ آپ نے فرمایا "کہ میں یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دوں" اس میں بھی آپ نے اس کی توجیہ کی وضاحت نہیں کی۔ یعنی یہ کہ میری سابقہ رائے صحیح نہ تھی۔

(ب) اگر آپ سابقہ موقف سے رجوع کرتے ہوئے بیعت یزید کے لئے آمادہ ہو جاتے تو پھر دوسری دو صورتیں پیش نہ کرتے یعنی واپس وطن جانا، یا کفار سے جہاد کے لئے نکلنا۔ کیونکہ اصل نزاع تو بیعت یزید کے بارے میں تھی اس لئے اگر آپ بیعت کرنے کے خواہشمند ہوتے تو صرف یہی مطالبہ پیش کرتے کہ مجھ کو یزید کے پاس لے جاؤ تاکہ میں بیعت کر لوں۔ پھر اس کام کی تکمیل کے بعد آپ واپس وطن بھی جاسکتے تھے اور جہاد پر بھی۔ باقی دونوں

صورتیں پیش کرنا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ آپ نے بیعت کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ علامہ ازمی یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر آپ نے فسق یزید کی وجہ سے اس کی بیعت نہیں کی تھی تو کیا اب آپ کے نزدیک اس کے فسق کا ازالہ ہو گیا تھا یا آپ نے اس سابقہ رائے کو غلط قرار دیدیا تھا کہ یزید فاسق ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ کامیابی اور غلبہ کی امید ختم ہونے کے بعد آپ نے حالات کے تحت حضرت عبداللہ عمرؓ کے اجتہاد کے مطابق یزید کی بیعت کا ارادہ کیا تھا۔ تو اس صورت میں بھی یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے یزید کو صلح سمجھ لیا تھا۔ بلکہ اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ آپ نے اصول البیتین پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

اسی مکتوب میں حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں:- اور  
**ایک غلط فہمی کا ازالہ** | اختلافی مسائل میں ایک شخص کا دوسرے سے  
 اختلاف کرنا اس کا سبب نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسرے لوگ اس اختلاف کرنے  
 والے کو فاسق قرار دیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر کوئی کہہ سکتا ہے تو یہ کہہ سکتا ہے  
 کہ حضرت امامؒ نے اس مسئلہ میں غلطی کی۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیونکہ مجتہد  
 سے غلطی بھی ہوتی ہے اور درستی بھی الخ۔

اس میں حضرت نانوتویؒ نے بالفرض یہ لکھا ہے کہ ان سے اجتہادی خطا  
 تو ہو سکتی ہے لیکن اجتہادی خطا کے صدور کی وجہ سے ان کی شہادت میں کوئی فرق  
 نہیں پڑتا۔ لیکن خود حضرت نانوتویؒ کا موقف یہ ہے کہ حضرت حسینؑ سے اس بارے  
 میں اجتہادی خطا نہیں ہوئی اور آپ کا اجتہاد صحیح تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:- ہرچہ حضرت  
 عبداللہ بن عمرو اشمال اوشمال کہ دند بجا کہ دند رواجہ حضرت سید الشہداءؑ عمرو دند  
 نین حق و صواب فو دند" پس جو کچھ حضرت عبداللہ بن عمرو ان جلسوں نے  
 کیا وہ بجا کیا اور جو کچھ حضرت سید الشہداءؑ (امام حسینؑ) نے کیا وہ بالکل حق اور صواب

(صحیح) کیا۔

**لقب سید الشہداء** | حضرت نانو توئی نے حضرت حسینؑ کے نام کے ساتھ سید الشہداء لکھا ہے۔ اس پر بعض لوگ یا اعتراض کرتے ہیں کہ سید الشہداء تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا ہے اس لئے لقب کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں۔ اس کا جواب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے دیا ہے کہ اگر دعویٰ تخصیص کا الفاظ ہی کے ساتھ خاص ہے تو اس اطلاق کو کمال کے ساتھ خاص کیا جائے گا مگر ذکر ماور حضرت امام حسینؑ کو بعد کے درجہ میں سید الشہداء کہا جائے گا۔ مثلاً سید الشہداء میں امام عہد کا ہوا اور مراد اس سے شہداء کے برابر ہوں۔ حضرت امام کے ان کے سید اور میں ہونے میں کلام نہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الحسن والحسین سید شباب اہل الجنۃ (یعنی حسن و حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں) اور ظاہر ہے کہ شباب (نوجوانوں) میں شہداء بھی ہیں تو ان کے بھی سردار ہونے تو سید الشہداء ہوتا بلکہ تکلف نص سے ثابت ہو گیا الخ (امداد القنادی جلد چہارم ص ۹۵)

حضرت تھانوی کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حمزہؓ بھی تمام شہداء کے سردار نہیں ہیں کیونکہ شہداء میں انبیاء سے کرام علیہم السلام بھی ہیں اور شہدائے بدر بھی۔ اس لئے یہ ایسا لقب نہیں ہے کہ کسی دوسرے پر اس کا اطلاق ناجائز ہے اور حضرت حسینؑ بھی تمام شہداء کے سردار نہیں ہیں۔ صرف شہدائے کربلا وغیرہ کے سردار ہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل امداد القنادی میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

**المتمہید فی بیان فتنی یزید** | پاکستان میں اہل سنت والجماعت کی عقلمندی اور ناواقفیت کی وجہ سے شیعیت وغیرہ دوسرے فتنوں کے ساتھ خارجیت بنوان یزیدیت کا فتنہ بھی پھیل رہا ہے۔ جس میں

دیوبندی حلقہ بھی مبتلا ہو رہا ہے۔ تحریکِ فدک اہل سنت کے ایک نوجوان عالم قاری  
 شیر محمد صاحب علوی سلمہ (فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور) نے حجۃ الاسلام حضرت نافوٹوی  
 قدس سرہ کا یہ محققانہ مکتوب کتابی صورت میں شائع کر کے ایک اہم دینی خدمت سرانجام  
 دی ہے۔ اور اس پر مستنزاویہ کہ انہوں نے ابتدائیہ کے طور پر اپنا ایک جامع مقالہ بعنوان  
 ” التہمید فی بیان فسق بیزید ” بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم و عمل میں ترقی  
 عطا فرمائیں۔ آمین سجاہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ حجۃ الاسلام  
 حضرت نافوٹوی کی تحریرات عام فہم نہیں ہوتیں۔ عام تبلیغ یافتہ حضرات (جو علمی مباحث  
 کے سمجھنے کی زیادہ اہلیت نہیں رکھتے) اگر کسی مضمون کی کوئی بات سمجھ نہ سکیں تو وہ کسی  
 سنی واقف عالم سے سمجھ لیں۔

دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ  
 مطابق مئی ۱۸۶۶ء کو قصبہ دیوبند

## حضرت گنگوہیؒ و حضرت نافوٹویؒ

ضلع سہارنپور روپنہ کی مسجد چھتہ میں ایک انار کے درخت کے نیچے رکھی گئی تختی قطب  
 الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا  
 محمد قاسم صاحب نافوٹویؒ دارالعلوم کی دو عظیم مرکزی جامع الصفت شخصیتیں ہیں۔ جن کو  
 روحانی فیض شیخ المشائخ اہم چشتیہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ  
 سے حاصل ہوا ہے۔ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا السید حسین احمد صاحب محدث  
 مدنی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند اپنے ایک مضمون میں دارالعلوم دیوبند کی تاسیس  
 کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: ” اس روز افزوں فتنہ ربیعہ ۱۹۵۷ء میں انگریزی حکومت  
 کے مظالم نے اہل اللہ کے چکے چھڑا دیئے۔ ان کو صاف دکھائی دینے لگا کہ اگر اس وقت  
 تھوڑی سی سچی غفلت برتی گئی تو حکومت اسلامیہ کی طرح مذہب اسلام اور صحیح عقیدہ اور  
 عمل بھی بہت جلد ہندوستان سے رخصت ہو جائے گا۔ اس نے اپنی کوششوں سے

اور صرف اپنی کوششوں سے ایک ایسی آزاد دینی درسگاہ قائم کرنی چاہیے۔ جو کہ مسلمانوں کی مذہبی صحیح اور واقعی رہنمائی کرتی ہوئی لوگوں کے لئے فائدہ بنے۔ ملک ہندوستان میں اہل سنت والجماعت کی حسب طریقہ اسلاف کرام محافظ ہو۔ وہ اگر ایک طرف بخاریؒ اور ترمذی کی روحانیت پیدا کرے تو دوسری طرف ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کی نورانیت کی بھی ذمہ دار ہو۔ وہ اگر ایک طرف اشعریؒ اور ماتریدیؒ کی تحقیقات کا چمکے نمودار کرے تو دوسری طرف جنید بغدادیؒ اور سری سقطیؒ کی گمشدہ پلاوے۔ وہ نہ صرف اتباع شریعت کا فوق و شوق پیدا کرے بلکہ سنت نبویہ اور طریقت باطنیہ کا بھی والد اور فریضہ بناوے۔ وہ اگر ایک طرف اسلام کی امداد فی محانت کا ملکہ پیدا کرے تو دوسری طرف مخالفین اسلام کے بیرونی حملوں کے بچانے کی قوت کی بھی کفیل ہو۔ الفرض نقاد پر کے تصرفات اور اہل اللہ کی ہمتوں اور دعاؤں نے چند ایسے باہمت اور پاکیزہ حضرات کو کھڑا کیا جو علم اور عمل کے جامع اور زہد و ریاضت کے محدث تھے۔ انہوں نے ایسے معجون مرکب نصاب اور طرز تعلیم وغیرہ کو مرتب کیا جو کہ ولی الہی حدیث و تفسیر اور نظامی معقول کا جامع تھا۔ اس طرح وہ حقیقی نقد کا حامی مجددی اتباع سنت کا محافظ اور اہل سنت والجماعت کا آرگن تھا جس کو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دو سو برس پیشتر اپنی روحانی قوت سماج کا کیا تھا اور بوقت نظر بندی دیوبند سے گزرتے وقت فرمایا تھا کہ یہاں سے احادیث نبویہ کی بوائی ہے۔

اسی مضمون میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ :- دارالعلوم کی پرورش ہمیشہ سے محض ظاہری علوم ہی سے آراستہ ہونے والے نفوس کے ہاتھ میں نہیں رہی بلکہ اس کی باگ ہر زمانے میں اہل اللہ کے ہاتھوں میں رہی جو کہ طریقت اور حقیقت کے قطب اور امام اور روحانی کمالات اور معنوی علوم کے آفتاب بھی تھے۔ ریاضت اور تقویٰ

سے انہوں نے اپنے آپ کو پاکیزہ بنا لیا تھا۔ حضرت نانوتزی مولانا محمد قاسم قدس اللہ سرہ العزیز کا وہ خواب کہ خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہوئے ہیں اور ان کے پیروں کے نیچے چاروں طرف سے نہریں جاری ہیں اور مولانا رفیع الدین (مہتمم) کی یہ رویا یعنی خواب کہ علوم دینیہ کی کٹیجیاں ان کو دی گئی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اہل اللہ کے منشورات کا منظر یہ مدرسہ ہی ہوا۔ یہی وہ ہے کہ معنوی برکات اور مقتدیں اور پاکیزہ ارواح مقبولہ کے سایہ سے آج تک دارالعلوم خالی نہیں رہا۔ (ماخوذ از الجہت دہلی۔ دارالعلوم دیوبند نمبر ۱)

**دیوبندی حضرات کی خدمت میں** | اسلام کے نام پر امت میں جتنے فرقے بنے ہیں یا بنیں گے مان سب میں حسب

ارشاد رسالت مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي رِيعِي وَهُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے، اہل سنت و الجماعت ہی برحق ہیں اور دارالعلوم دیوبند اس دور میں مسک اہل سنت و الجماعت کا ہی رشد و ہدایت کا ایک عظیم مرکز ہے اللہ تعالیٰ اس کو دخل اور خارجی فتنوں سے محفوظ رکھیں، آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

پاکستان کے دیوبندی حلقوں میں اس سنت بہت زیادہ افتراق و انتشار پایا جاتا ہے۔ اور اس کی غالب وجہ یہ ہے کہ دیوبندی مسک حقی سے باوجود دعویٰ دیوبندیت کے انحراف کیا جا رہا ہے۔ دیوبندی حلقہ میں ہی عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکد پائے جاتے ہیں جو اس نظریہ کی تبلیغ میں سرگرمی دکھا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس درود و سلام پڑھا جائے تو آپ نہیں سنتے۔ اور بعض غالی یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس درود و سلام سننے کا عقیدہ رکھے وہ ٹھوڑا جلاں مشرک ہے۔ العباد باللہ حالانکہ حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عند انقیر سماع پر اہل سنت و الجماعت کا اجتماع ہے۔ اور اس میں حامیان یزید نمودار ہو رہے ہیں۔

موجودہ انتشار کے سدباب کا یہی واحد راستہ ہے کہ اکابر دیوبند کی علمی اور اعتقادی

دستاویز "المبتد علی المفید" پر اتفاق کیا جائے اور یزید کے بارے میں حضرات محققین دیندہ اور جمہور اہل سنت کے موقف کی حمایت و حفاظت کی جائے اور جو لوگ دغا دہوں یا غیر علماء مسلک اکابر دیندگی پیروی نہیں کرتے۔ مثلاً حیاتِ انبیؑ کا انکار کرتے یا یزید کی حمایت کرتے ہیں تو ان سے انقطاع کر لیا جائے۔ اسی طرح جو افراد یا جماعتیں حضرات خلیفانے راشدین، اہل بیت، اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں افراط و تفریط میں مبتلا ہیں رسوائے چند صحابہ کے باقی سب کے ایمان کا انکار کرتے ہیں یا تنقید و جرح سے ان کی دینی عقلمنوں کو مجروح کرتے ہیں، اور اہل السنۃ و الجماعت کے اجماعی مسلک کی پابندی نہیں کرتے ان سے اشتراک و اتحاد بھی مسلک حق کے لئے بہت زیادہ ہلک ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو مذہب اہل السنۃ و الجماعت کی اتباع، خدمت اور نصرت کی ہمیشہ توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ امام الانبیاء والمرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم - والسلام

خادم اہل سنت منظر حسین غفرلہ

مدنی جامع مسجد چکوال، امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

۲۴ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ ۲۰ اپریل ۱۹۸۲ء



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده  
 وعلى آله واصحابه والذين اوفوا عهده، اما بعد  
 یہ زیر نظر رسالہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ  
 (م ۱۲۹۶ھ) کے مجموعہ مکتوبات مسیحی یہ قائم العلوم میں نواں  
 مکتوب ہے یہ مکتوب مولانا فخر احسن صاحب گنگوہی کے نام ہے۔ ان کا تعلق  
 انوار انجم میں کرایا جا چکا ہے لہذا یہاں ان کے تعلق کی ضرورت نہیں  
 علاوہ ازیں ہم نے اپنی مصنفہ کتاب انوار قاسمی جلد اول میں جو ابھی  
 نومبر ۱۹۶۱ء میں ادارہ سعیدیہ سے شائع ہوئی ہے، اس میں بھی مولانا  
 فخر احسن صاحب کے حالات پر تفصیل سے بحث کی ہے لہذا وہاں بھی  
 مطالعہ کر سکتے ہیں۔

## مضمون مکتوب

مولانا فخر احسن صاحب کے جواب میں اس مکتوب میں سنیوں کے قولہ کے  
 مطابق حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر حضرت قاسم العلوم نے  
 نہایت مجتہدانہ، عالمانہ، فقیہانہ اور محققانہ بحث کی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ حضرت  
 مولانا نے جس احتیاط اور اجتناب سے شہادت امام حسین پر کلام کیا ہے، اس کے  
 بعد کسی کولب کشائی کی گنجائش نہیں رہتی۔ انہوں نے اس مکتوب کے اول میں یہ فرمایا  
 ہے کہ مجتہد ائمہ (امام ابوحنیفہ اور امام مالک وغیرہما) کی طرح ائمہ اہل بیت بھی اجتہادی

مقام رکھتے تھے۔ یہی مقام امام الشہداء امام حسین کا تھا۔ اور مجتہد ائمہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کے مکلف ہیں۔ دوسروں کی پیروی ان کے لئے ضروری نہیں۔ البتہ امام سے اجتہاد ہی غلطی ممکن ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی۔ چونکہ امام حسینؑ خود اہل حل و عقد ہیں تھے، اس لئے اگر دیگر اکابر نے مصلحتاً یزید کی بیعت کر بھی لی تھی، تو حضرت امامؑ پر یزید کی بیعت کرنا لازم نہ تھا۔ لہذا جب امام حسینؑ نے یزید کی بیعت ہی نہیں کی تو اس کے خلاف اٹھنا خروج کیونکر ہوا۔ جن لوگوں نے حضرت امامؑ کے خروج پر اپنے قلم کا زور صرف کر دیا ہے وہ تحقیق کے مقابلتہ بہت دُور جا پڑے ہیں۔

علاوہ ازیں یزید کی بیعت پر اجماع نہ تھا۔ جب تک کسی کے بارے میں اجماع نہ ہو جائے اس وقت تک بیعت نہ کرنے والوں پر الزام عائد نہیں ہوتا۔ ہاں جب کسی کی بیعت کے بارے میں اجماع ثابت ہو جائے تو پھر ضروری ہو جاتا ہے کہ اجماع کی پیروی کی جائے۔ نیز اگر اجماع کے منعقد ہونے سے پہلے اگر کسی مسئلے میں اختلاف ہو لیتے تو اجماع منعقد ہو جانے کے بعد پہلے سے اختلاف کرنے والا اجماع کے خلاف طعن کی زد میں نہیں آتا۔ پھر مولانا نے اپنے مقدمات میں یہ بھی ایک اصول پیش کیا ہے کہ مطلقاً خلافت کا منعقد ہونا اور بات بہ اور عام خلافت کا منعقد ہونا اور چیز ہے۔ بیعت کا مطلق انعقاد تو ایک دو آدمیوں کی بیعت سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ البتہ عام انعقاد تمام اہل حل و عقد کے متفق ہونے بغیر نہیں ہو سکتا۔ چونکہ امام حسینؑ نے بیعت نہیں کی لہذا تمام اہل حل و عقد کا متفق ہونا حاصل نہ ہو سکا۔

پھر اگر خلافت کے تحت پر کوئی فاسق و فاجر چڑھ بیٹھے اور بدعات و مہامی کا بازار گرم ہو جائے یا گرم ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں اگر کوئی صاحبِ تربت اٹھ کھڑا ہو، اور اس کو خلافت سے علیحدہ کر دے تو اس میں کسی کو مخالفت کا کیا موقع ہے۔ ہاں اگر فاسق خلیفہ کے آثار دینے میں قندہ عظیم ہو، اور دین اور اہل دین کی بے برائی

کی صورت پیدا ہو جائے تو پھر اس وقت عارضی طور پر خموشی کی اجازت ہے۔ اس صورت میں خلیفہ کو زجر اور تنبیہ کی ضرورت ہے۔ یاں ایسی صورت میں بھی اگر اپنے رفکار، اعزہ اور اپنی جان پر صدمے کو نظر میں نہ لاتے ہوئے حق کا علم بلند کریں تو یہ ہمت اور الوالعزہ کی بات ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ افضل جہاد جابر بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ یاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایک شخص فتنوں کا احساس قوی رکھتا ہے اور فاسق خلیفہ کے مقابلے کی ہمت نہیں رکھتا، تو ایسے شخص کے لئے نہ کھڑا ہونا ہی مناسب ہے لیکن اگر کوئی شخص نہیں ڈرتا تو اس کے لئے مباح ہے کہ وہ خلیفہ کو تخت سے اتار پھینکنے کی کوشش کرے۔ بہر حال یہ اپنی اپنی ہمت کا معاملہ ہے۔

اس بحث کے بعد حضرت مولانا نے فرمایا ہے کہ خلافت کا اہل بچنے کے لئے اسلام اور قریشیت کافی ہے لیکن صحیح معنی میں خلیفہ ہونے کے لئے کثرت علم، عمل صالح، حسن تدبیر، ہمت اور ترک دنیا کی ضرورت ہے۔ ایسے خلیفہ سے کمرشی سخت ممنوع ہے۔ یزید میں عمل صالح اور ترک دنیا کا فقدان تھا۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولی عہد کیوں بنایا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ اس وقت وہ ایسا نہ تھا، یا تھا تو ان کے علم میں اس کا فسق نہ آیا تھا۔ علاوہ ازیں امیر معاویہ کا نظریہ خلیفہ کے بارے میں یہ تھا کہ انتظام ملی میں اگر کسی کو سلیقہ زیادہ ہو، تو وہ اس پاک باز سے خلافت کا زیادہ اہل ہے جو انتظام کا سلیقہ نہیں رکھتا۔ اس لئے انہوں نے یزید کو ولی عہد بنا دیا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ یہ وارد ہوتا ہے کہ یزید کو ولی عہد بنا کر افضلیت کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ اور افضل کو خلیفہ بنانا افضل ہے نہ کہ واجب۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید نے پُر پُر زے نکالے، اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا۔ اس وقت اہل حل و عقد کی رائے مختلف ہو گئی جس کی وجہ سے فتنہ و فساد کا اندیشہ غالب آیا، اس نے مجبوراً بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اور جن

حضرات نے ایک بڑی جماعت کے وعدے پر غلبہ کی امید رکھی مثلاً امام حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے، تو وہ جنگ کے لئے کھڑے ہو گئے، اور انہوں نے درست کیا اور اس اختلاف کی بنیاد صرف غلبہ اور عدم غلبہ پر ہے نہ کہ اصل فعل کے جائز اور ناجائز ہونے پر۔ اتفاق سے حضرت امام حسین کی تدبیر فیل ہو گئی۔ اور ایسا جنگوں میں ہوا ہی کرتا ہے۔ جیسا کہ جنگِ احد اور جنگِ خنین میں مسلمانوں کو عارضی اہتری پیش آئی تھی۔ ان دونوں جنگوں میں جو صحابہ مارے گئے وہ یقیناً شہید ہوئے کہ انکی نیت اچھی تھی۔

شہادت کی پہلی وجہ | اسی طرح حضرت امام حسین کی نیت بھی ایک فاسق کو خلافت سے علیحدہ کرنے کی تھی جو صالح نیت تھی۔ لہذا اس صورت میں اگر وہ مارے گئے تو شہید ہوئے کیونکہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔

شہادت کی دوسری وجہ | اور اگر پہلی وجہ کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو میدانِ کربلا میں امام مظلوم نے جنگ سے گریز کر کے واپس جانے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن یزید کے شکر اور سپاہیوں نے انہیں نہیں چھوڑا، اور گھیر کر شہید کر دیا۔ اور وہ اس حدیث کے مطابق شہید ہوئے:

من قتل دون عرضہ و مالہ  
فہو شہید۔

جو اپنی عزت اور مال بچانے کے لئے  
قتل کیا گیا تو وہ شہید ہے۔



# در تحقیق و اثبات شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ موافق قواعد سنّیاں

سنّیوں کے اصول کے مطابق حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے اثبات اور تحقیق میں

بجواب خط

مولوی فخر الحسن صاحب گنگوہی مدرسہ دہلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں جانوں کے پروردگار کے  
لئے ہیں اور دعوہ و سلام رسولوں کے نثار  
ہمارے آقا محمدؐ اور ان کی اولاد اور اصحاب  
سب پر ہو۔ خدا کی تعریف اور رسولؐ  
پرورد کے بعد پہلے میں چند تمہیدیں  
لکھتا ہوں کہ مدعا کا ثبوت اور اس کی  
وضاحت ان تمہیدوں کے بغیر مشکل ہے

اور وہ مقدمات یہ ہیں :

مقدمات

پہلا مقدمہ | اول یہ ہے کہ حضرت

الحمد لله رب العالمين  
والمصلاة والسلام على سيد  
المرسلين سيدنا محمد  
واله وصحبه اجمعين  
بعد حمد و صلاة اول مقدمات چند  
میں نویسیم کہ ثبوت مدعا و وضوح آن  
بلے آن مقدمات دشوارست۔ آن

مقدمات این است :

مقدمات

مقدمہ اول | اول آنکہ حضرت امام

امام حسینؑ اور دوسرے اہل بیت کے امام،  
 اللہ کی ان سب پر رضامندی ہو، اہل  
 سنت کے نزدیک دوسرے مجتہد اماموں  
 (امام ابوحنیفہؒ وغیرہ) کی طرف امام اور مجتہد  
 ہیں کہ اجتہاد ہی غلطی ان سے ممکن ہے۔  
 ہمارا عقیدہ شیعہوں کی طرح یہ نہیں ہے کہ  
 امام سے بھول چوک محال اور غلطی ناممکن ہے  
 ہر چند کہ اس مقام پر اسی قدر لکھنا کافی  
 ہے کیونکہ یہ مقام، جو اب کا مقام ہے۔  
 اپنے اصول کا لکھ دینا کافی ہے دلیل کا پیش  
 کر دینا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اعتراض  
 شیعہوں کی طرف سے اور کسی پر اعتراض  
 یہی ہو سکتا ہے کہ اس کے مذہب اور اصول  
 مذہب کے خلاف کسی بات کو پیش کر دیا جائے، جو  
 اس کے معارض ہو۔ پس اگر ہم کہیں کہ ہمارا  
 مذہب یہ نہیں ہے کہ لوگ کہتے ہیں ہمارا مذہب  
 اور ہے تو اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ اس مقام پر  
 دلیل کا لانا ضروری نہ ہو گا۔ تاہم اجمالی اشارہ  
 اس طرف بھی کر کے میں آگے روانہ ہوا ہوں  
 تاکہ غور و فکر کرنے والے حق کے طلبگار مناظر  
 کو ہماری طرف سے کوئی ہدایت حاصل ہو جائے  
 اور متعصب پر اعتراض اور انعام عامہ ہو جائے۔

حسینؑ و دیگر ائمہ اہل بیت رضوان  
 اللہ علیہم اجمعین نزد اہل سنت مثل دیگر  
 ائمہ مجتہدین امام و مجتہد اند کہ خطا اجتہاد کا  
 از و شان ممکن۔ عقیدہ ما مثل شیعہ آل  
 نیست کہ امام را خطا محال و غلطی ازاں  
 ممتنع باشد۔ ہر چند دریں مقام ہمیں قدر  
 کافی ست چہ مقام، مقام جواب ست  
 بیان اصول خود بس ست۔ عرض دلیل  
 ضرور نیست۔ زیرا کہ اعتراض از طرف  
 شیعہ بیان ست و اعتراض بکسے ہیں  
 ست کہ معارض مذہب اصول مذہب  
 او اثبات کردہ آید۔ پس اگر گوئیم کہ  
 مذہب ما این نیست کہ سے گویند۔  
 مذہب ما دیگر ست، کفایت میکند۔  
 ایراد دلیل دریں مقام ضرور نخواہد بود۔  
 اما تاہم اشارہ اجمالی باین طرف  
 ہم کردہ میروم تا ناظر مناظر طلب حق  
 را از ما ہدایت باشد و بر متعصب اعتراض  
 و نکایت۔ در قصہ اُساری بدر معلوم  
 باشد کہ راسی نبوی صلی اللہ علیہ  
 وسلم چہ بود و از حضرت خداوندی  
 چہ خطاب آمد۔ و در قصہ نقش غم معلوم شد

کہ راہی حضرت داؤد علیہ السلام چہ  
 بُودَ وَفَرَّمْنَا هَا مُسْلِمِينَ ۞  
 ارشاد فرمود۔ پس چوں حال انبیاء  
 علیہم السلام در اجتناد ایں است  
 حال دیگر مجتہدان چہ باشد۔ پس چگونہ  
 بدر کے قیدیوں کے قصہ میں معلوم ہونا چاہیے  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کیا تھا اور حضرت  
 خدا کی طرف سے کیا فرمایا گیا۔ اور بکریوں کے  
 جھگڑے میں معلوم ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام  
 کی رائے کیا تھی اور ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا۔

اسلئے غزوہ بدر میں مشرک فریضہ ہوئے آئے۔ آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ بعض نے قتل کا مشورہ  
 دیا۔ بعض نے کچھ مال لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔ حضور نے بھی رحم دلی کی وجہ سے اسی رائے کو  
 پسند فرمایا۔ چنانچہ عقبہ، نضر اور طلحہ تو قتل کئے گئے۔ باقی سب قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا  
 گیا۔ البتہ حضرت ابو العاصؓ کو کچھ لے کر بغیر صحابہ کی رائے سے چھوڑ دیا گیا۔ اس پر یہ آیتیں نازل  
 ہوئیں۔ مَا كَانَ لِتَيْبِي أَنْ تَكُونَ لَهُ أُسْرَىٰ حَتَّىٰ يَشِخَّنَ فِي الْأَرْضِ ط  
 فَرِيدُونَ عَوَصَ الدَّانِيَا ۝ وَاللَّهُ يَرِيدُ الْأَخُوَّةَ ۝ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝  
 یعنی نبی کے شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح غونزری  
 نہ کر لیں۔ تم تو دنیا کا مال اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتے ہیں اور اللہ غالب  
 حکمت والے ہیں۔ (سورہ انفال۔ پارہ ۱۔ رکوع ۹)۔

اسلئے ایک کھیت میں کچھ لوگوں کی بکریاں جا پہنچیں اور انہوں نے کھیت کھا لیا۔ داؤد علیہ السلام  
 نے کھیت کی لاگت اور بکریوں کی قیمت کو برابر پا کر بکریاں کھیت والے کو دینے کا فیصلہ کر دیا جو شرع  
 کے مطابق تھا لیکن چونکہ اس میں بکریوں والوں کا بالکل ہی نقصان تھا اسلئے سلیمان علیہ السلام نے  
 دونوں کی رضامندی سے فیصلہ کر دیا کہ چند روز کے لئے بکریاں کھیت والے کو دی جائیں کہ گزارہ  
 کرے۔ اور بکریوں والوں کے کھیت سپرد کیا کہ آبپاشی کریں۔ جب کھیت پہلی حالت کو آ گیا، تو  
 بکریاں مالکوں کو واپس ہوئیں اور کھیت والے کو کھیت وے دیا۔ وَذَاؤُدَ وَاسْلَمِينَ  
 إِذْ يَحْكُمُونَ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَسَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۝ وَكُنَّا لِحَكْمِهِمْ  
 شَاهِدِينَ ۝ فَفَرَّمْنَاهَا مَسْلَمِينَ ۞ (سورہ انبیاء۔ رکوع ۶)

تجوید کے  
 "الْمُجْتَمِعُ دُ يُخَطِّیْ وَيُصَيِّبُ"  
 کیا ہوگا۔ اس لئے کیوں نہ یہ کہیں کہ — مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور ٹھیک  
 فیصلہ بھی کرتا ہے۔"

مقدمہ دوم | دویم آنکھ مجتہدان  
 مامور باتباع اجتہاد و خویش تن اند،  
 اتباع مجتہدان دیگر روایت و  
 انیس چہ کہ کم اتباع دیگران ضرور  
 نیست۔

دوسرا مقدمہ | دوسری بات یہ ہے  
 کہ مجتہد ائمہ اپنے اجتہاد کے مطابق عمل  
 کرنے پر حکم دیتے گئے ہیں۔ ان کے لئے دوسرے  
 اماموں کی پیروی درست نہیں ہے، ورنہ  
 اس سے بھی کیا حکم کہ دوسروں کی پیروی  
 ضروری نہیں ہے۔

مقدمہ سوم۔ در حقیقت اجماع؛  
 سویم آنکھ حقیقتہ اجماع این ست کہ  
 ہمہ اہل راہی یک عصر یا زیادہ در امری  
 باین طور راہی زند کہ این امر بظلال  
 فلاں وجوہ چنین ست یا چنان نہ فقط  
 عدم مخالفت چنانچہ جملہ  
 ما واکہ اللہ و ہنون حسنا  
 فہو عند اللہ حسن۔

تیسرا مقدمہ۔ اجماع کے متعلق؛  
 تیسری بات یہ ہے کہ اجماع کی حقیقت یہ ہے  
 کہ ایک دور یا زیادہ کے تمام اہل رائے کسی معاملے  
 میں اس طرح رائے دیں کہ یہ امر فلاں دلائل کی  
 بنا پر اس طرح یا اس طرح ہے۔ صرف مخالفت  
 نہ کرنا اجماع نہیں کہلا سکتا چنانچہ یہ جملہ کہ  
 "جس امر کو مومنین اچھا سمجھیں تو وہ  
 اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔"

یہی از ماخذ ہای حجیۃ اجماع ست۔ بر  
 ہمیں امر دلالت سے کند چہ رویت دریں  
 جملہ رویت قلبی ست نہ رویت  
 بصری۔ و رویت قلبی ہمیں طور

جو اجماع کے حجت ہونے کی دلیلوں میں  
 سے ایک دلیل ہے وہ بھی اسی بات پر  
 دلالت کرتا ہے کیونکہ اس جملہ میں دیکھنے  
 سے دل کا دیکھنا مراد ہے نہ کہ آنکھ کا دیکھنا۔



اور دل کا دیکھنا اسی طریقے سے ہوتا ہے  
جیسا کہ عرض کیا گیا۔ پس اگر صاحبِ رائے  
علماء میں سے ایک دو عالم کسی بات کی  
طرف گئے اور دوسروں نے سستی اختیار  
کی اور خود بھی اس کے بغیر کہ اس معاملے میں  
مذکورہ طریقے سے غور کریں، ان کا اتباع  
اختیار کیا یا خود صاحبِ رائے نے اپنے  
طور پر ان کے پیروں گئے تو اس کو اجماع  
نہ کہنا چاہیے۔ اور اسی طرح اگر کسی شخص  
یا کسی جماعت نے کسی امر میں حلال اور حرام  
ہونے کی وجوہات کی تیقح کے بغیر اصطلاح  
بنائی جیسا کہ (شادی سیاہ کی) رسموں میں ہوتا ہے تو وہ اجماع نہ ہوگا۔

چوتھا مقدمہ | چوتھا مقدمہ یہ کہ اجماع  
مذکور کی پیروی اجماع کے ثابت ہونے کے  
بعد ہی ضروری ہے۔ اگر کوئی مسئلہ اجماع  
کے متعلق اور منعقد ہونے سے پہلے اختلافی ہوگا،  
تو وہ لوگ جنہوں نے اجماع کے منعقد ہونے  
سے پہلے، بعد میں منعقد ہونے والے اجماع  
کے مخالف کام کیا ہے تو وہ لوگ اجماع کی  
مخالفت کے طعنے میں نہیں آئیں گے۔

پانچواں مقدمہ | پانچواں مقدمہ یہ ہے  
کہ مطلق خلافت کا منعقد ہونا دوسری چیز

می باشد کہ عرض کردہ شد۔ پس اگر  
یک دو کس از علماء ذمی رای با امری  
رفتند و دیگران مسابله کردند، و  
بنی آنکہ خود ہم دران امر بطور مذکور ننگند  
اتباع اوشان اختیاری فرمودند لازم  
یا خود اہل رای نبودند و مقلدانہ پی روی،  
اوشان شدند ایس را اجماع نباید  
گفت۔ و همچنین اگر شخصی یا جماعتی  
بر امری بی تیقح و جوہ حلتہ و حرمتہ  
اصطلاح کردند چنانکہ در رسوم می باشد  
اجماع نخواہد بود۔

مقدمہ چہارم | چہارم آنکہ اتباع  
اجماع مذکور، ہم بعد تحقق اجماع لازم  
اگر مسئلہ قبل تحقق و انعقاد اجماع مختلف  
فیہ باشد گمانیکہ پیشتر از انعقاد  
اجماع مخالف اجماع کار کرده اند،  
اوشان مورد طعن مخالفان اجماع  
نخواہند شد۔

مقدمہ پنجم | پنجم آنکہ انعقاد مطلق خلافت  
بی چیز دیگر مست و عموم خلافت چیز می

دیگر توضیحیں اس سرت کے

ہے اور عام خلافت کا ہونا دوسری چیز۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ

”تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور

تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے

میں ذمہ دار ہے۔

اس لئے ہر سردار کا بیعت کرنا،

اسی کی رعایا کے حق میں بیعت منعقد ہو جانے

کا موجب ہے، اور یہی معنی ہیں اہل حل و عقد

کے بیعت کے واجب ہونے کے پس مثال

کے طور پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیعت

کرنا ان کے نوکر چاکر اور ان کے متبعین کے حق

میں بھی اطاعت کا موجب ہے۔ جن میں

ملازمین، غلام اور اولاد وغیرہم شامل ہیں۔

لیکن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے

تابع لوگوں کے اوپر واجب نہیں ہے اور

علماء نے یہ جو کہا ہے کہ اہل حل و عقد کے

بارے میں کسی معین عد کی شرط نہیں ہے

اس کی بنیاد اسی پر ہے کہ اہل حل و عقد کے

وجود کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہے بلکہ

اتفاق اور اختلاف کلمہ کے اعتبار سے اہل

حل و عقد میں سے کم اور زیادہ ہو سکتے ہیں

ضَلَّكُمْ رَاعٍ وَكَلَّكُمْ

مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ - (حدیث)

پس بیعتِ برامی مستلزم انعقاد

بیعت در حق رعیت اوست و سپین

ست معنی وجوب و لزوم بیعت اہل

حل و عقد۔ پس بیعت حضرت ابن

عمر مثلاً مستلزم وجوب اطاعت در

حق حشم و خدم و اتباع اوشالست

از ملازمین و موالی و اولاد وغیرہم نہ در

حق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

و اتباع اوشالست انکہ گفتہ اند کہ

عدو معین در بارہ اہل حل و عقد شروط

نیست بنائش برین سرت کہ وجود

اہل حل و عقد را قاعدہ معین نیست۔

باعث بار اتفاق کلمہ و تفرق کلمہ اہل

حل و عقد قلیل و کثیر می شوند نہ آنکہ

برامی عموم انعقاد کیف ما اتفق بیعتہ

یک دو کس از اہل حل و عقد کافیست۔

اور یہ بات نہیں ہے کہ عام بیعت منعقد ہونے کیلئے حسب الاتفاق اہل حل و عقد

میں سے ایک دو آدمیوں کی بیعت کر لینا کافی ہے۔

مثلاً در زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلافت خلفائے ثلاثہ مصداق اہل حل و عقد ایک کس بیشش نبود۔ مرادم اینست کہ صلح و جنگ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، صلح و جنگ ہر اہل اسلام بود و ہمچنین صلح و جنگ خلفا بعد اتفاق مردم بر خلافت ایشان صلح و جنگ جملہ رعیت بود و پس ازاں کہ اس اتحاد مبدل با فترت شد و جماعتہ تائے جدا جدا پیدا شدند اہل حل و عقد کثیر شدند بر سر حلقہ ہر جماعتی مصداق مفہوم اہل حل و عقد بود۔ در وقت بیعت یک کس از اہل حل و عقد موجب انعقاد مطلق خلافت نہاں بود۔ کسانیکہ از اتباع آنکس از اتباع خلیفہ بروشاں لازم است اما دیگران و اتباع دیگران یا کسانیکہ نہ در عیر کسی و نہ در نفیر کسی ازین لزوم و وجوب مرفوع لغت مند۔ ہاں اگر ہمہ اہل حل و عقد دست ارادت و کف بیعت بدست یکی از اہل اسلام دہند

مثال کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تینوں خلفائے ثلاثہ کے زمانے میں اہل حل و عقد کا مصداق ایک شخص سے زیادہ نہ تھا میرا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح اور جنگ تمام مسلمانوں کی صلح و جنگ تھی اور اسی طرح آپ کے خلفاء کی صلح و جنگ انکی خلافت پر تمام کے متفق ہو جانے کے بعد تمام رعایا کی صلح و جنگ تھی اور اس کے بعد کہ یہ اتحاد (چوتھے خلیفہ کے زمانے میں) نا اتفاقی میں بدل گیا اور جماعتیں جدا جدا پیدا ہو گئیں تو اہل حل و عقد بھی بہت ہو گئے۔ ہر جماعت کا سردار اہل حل و عقد کے مفہوم کا مصداق بن گیا۔ اس وقت اہل حل و عقد میں سے ایک شخص کی بیعت مطلق خلافت کے منقہ بونے کا سبب ہوگی (نہ کہ عام خلافت کے منقہ بونے کا) جو لوگ اس کے پیرو ہوئے خلیفہ کا اتباع ان پر لازم ہوگا لیکن دوسرے اہل حل و عقد اور ان کے پیرو یا وہ لوگ جو نہ کسی جماعت میں ہیں اور نہ کسی کی پارٹی میں ہیں وہ لوگ اس بیعت کے لازم اور واجب بونے سے آزاد ہو گئے۔ ہاں اگر تمام اہل حل و عقد بیعت

اور اذات کا ہاتھ مسلمانوں میں کسی ایک کے ہاتھ میں دے دیں تو تمام مسلمانوں کو خواہ کسی کے تعلق ہوں یا نہ ہوں اس شخص کی فرمانبرداری ضروری اور لازمی ہو جائے گی۔ اور اگر ہم کچھ چشم پوشی کریں تو اس سے زیادہ کینے کا موقع نہیں ہے کہ خود مہرجن کا کوئی سردار نہ ہو اور بغیر سردار کے اپنی راہ چلنے والے لوگوں کو اس کی پیروی اور فرمانبرداری ضروری ہوگی لیکن باقی اہل حل و عقد اس قسم کی ہر ایک اطاعت سے بچدیں۔

ہاں اگر کوئی شخص ایسی نبوی مرکزیت لکھتا ہو کہ وہ اپنے ساتھ کوئی ذفا دار شکر لکھتا ہو لیکن علم و عمل میں دو سروں کے برابر نہیں اور دوسرے جو کہ علم و عمل سے کافی حصہ رکھتے ہیں تمام کے تمام متفق ہو جائیں اور کسی کی امارت قبول کر لیں اس وقت مذکورہ ذہبی شخص کو اور اس کے پیچھے چلنے والوں کو ایسی پیروی ضروری ہو جائے گی کیونکہ وہ لوگ اللہ کے احکام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق واجب الاطاعت ہیں اور اہل حل و عقد اس کے حق میں۔ آیت

اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ جَعَلَتْ مِنْ سِوَايَ كُفْرًا

ہمہ کس را از اہل اسلام خواہ از اتباع کسی باشند نیانی اطاعت آں کس لازم و واجب خواہد بود۔ و اگر قدری چشم پوشیم زیادہ ازیں مجال گفتن نیست کہ بی سیران خود سر روان بی سرور را غاشیہ برداریش و حلقہ بگویشیش در گوش لازم آید اما باقیان از اہل حل و عقد ہر گونہ ازیں اطاعت در کنارند۔ آری اگر شخصے نیکتہ و نبوی چنان داشتہ باشد کہ شکر ہی تابان فرمان ہمعنان دارد اما در علم و عمل ہم سنگ دیگران نیست و دیگران کہ از علم و عمل بہرہ وافر دارند بہرہ بیکجان و بیکجان شوند و دست بہ دست کسی نہند۔ آں وقت شخص مذکور و اتباعش را نیز اتباع و اقتدار او شان لازم خواہد افتاد چہ او شان حسب اشارات ربانی و تم کنایات نبوی واجب الاطاعت اند و اہل حل و عقد در حق او آیت

فَلَوْلَا نَفْسٌ مِنْ كُلِّ قَوْمٍ لَمَّا

لہ یہ آیت یعنی نولا نفور من کل قوۃ الخ پارہ علی سورہ توبہ کوع علی میں ہے مہرجن

کیوں نہیں سفر کرتا تاکہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔ اور اپنی قوم کو جب اُن کی طرف واپس آئیں، ڈرائیں، تاکہ وہ خدہ رکریں۔ اور نیز آیت "اطاعت کرو تم اللہ کو اور اطاعت کرو تم رسول کی اور تم میں سے جو حاکم ہوں، اس طرح کے لوگوں کی اطاعت پر واضح دلالت کرتی ہے بشرطیکہ انصاف سے کام لیا جائے۔

اگر وقت کی تنگی مانع نہ ہوتی اور اس بحث کا موضوع سے نکل جانے کا معاملہ موجود حالت کے درمیان کاوٹ نہ بنتا تو اس بارے میں قلم سے پھول بٹے نکالتا۔ اس کے باوجود عقلمند آدمی کیلئے اشارہ کافی ہوتا ہے کہ مطابق جو کچھ کہہ گا گیارہ نہمانی کیلئے کافی ہے اور یہ آخری کلمہ ایک پیدا ہونے والے اعتراض کی پہلے ہی سے پیش بندی کیلئے ہے کہ شاید کسی کی زبان پر یہ بات آجائے۔ بالکل بیعت کا مطلق انعقاد تو ایک آدمیوں کی بیعت سے بھی حاصل ہو جاتا ہے اور عام انعقاد تمام اہل حل و عقد کے متفق ہونے پر بھی ہو سکتا۔

مَنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَ لِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ○ وسم  
 جملہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اُولی الامر منکم اگر انصاف باشد و جوہ اطاعتہ اینچیں کسان لالہ و انسداد۔  
 اگر ضیق وقت مانع و خروج  
 اس بحث از بحث مزاحم حال نبودی  
 دریں بارہ نقش بندہ میگردم با اینہم  
 الْعَاقِلُ تَكْفِيهِ الْإِشَارَاتُ،  
 اینقدر کہ گفتہ شد بہر رہنمائی  
 کافی ست۔ و ایں نکتہ اخیرہ دفع  
 و حل مقدر ست کہ شاید بر زبان  
 کسی آید۔ بالجملہ مطلق انعقاد بیعتہ  
 یکہ و کس حاصل مے شود و عموم  
 و شمول انعقاد بی اتفاق جملہ اہل حل و  
 عقد متصور نیست۔ ہاں اگر حل و عقد  
 در یک کس منحصر گردد آن وقت عموم

لہ پوری آیت اس طرح ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَ اطِيعُوا  
 الرَّسُولَ وَ اُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔ (پارہ ۵۵ سورۃ نساء۔ رکوع ۵۵)

خلافت بیک کس نیز حاصل میتوان شد۔  
 ہاں اگر اہل حل و عقد کی اہلیت ایک ہی شخص میں منحصر ہو جائے تو اس وقت خلافت

کا عام ہونا ایک شخص کے ذریعے سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

والمخیر در شرح مقاصد است :  
 و تنعقد الامامة بطرائق  
 بعدھا بیعة اهل الحل  
 والعقد الى ان قال بل  
 لو تعلق الحل والعقد  
 بواحد مطاع کفت  
 بیعتہ۔

اور وہ جو کہ شرح مقاصد میں ہے (کہ) :  
 اور امامت کسی طریقوں سے منعقد ہو جاتی ہے  
 ان میں سے ایک طریقہ اہل حل و عقد کی بیعت  
 کر لینا ہے یہاں تک کہ پھر مصنف شرح مقاصد  
 نے کہا "بلکہ اگر کسی ایک ہی واجب الاعطاء  
 سے حل و عقد وابستہ ہو جائے تو اسی ایک  
 کی بیعت کر لینا کافی ہے۔

اس کے بعد صاحب شرح مقاصد نے کہا:

اور وہ سمر طریقہ انعقاد امامت کا استخلاف  
 امام ہے الخ۔ اگر یہ طریقہ مطاع انعقاد امامت  
 کے طریقے ہوں تو یہ معنی ہیں کہ مطاع انعقاد  
 کئے گئے ایک دو آدمیوں کی بیعت اور نیز  
 استخلاف اور غلبہ اور شوکت کافی ہے لیکن  
 مطاع انعقاد سے انعقاد کا عام ہونا لازم  
 نہیں آتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو نزدیک الاعطاء  
 لازم ہو، اور اس کے خلاف ائمنا حرام ہوا اور  
 اگر یہ طریقہ کامل انعقاد یعنی خلافت عام  
 اور شامل ہونے کے طریقے ہیں اور صحیح بھی یہی  
 ہے تو معنی یہ ہونے لگے کہ اگر اہل حل و عقد فقط

بہ ازاں گفتہ

و الثاني استخلاف الامام  
 الخ اگر طرق مطلق انعقاد باشند  
 معنی آنتست کہ برای مطلق انعقاد  
 بیعت یک دو کس و ہم استخلاف  
 و ہم قمر و شوکت کافی است لیکن در  
 مطلق انعقاد عموم انعقاد لازم نمی آید  
 تا حضرت امام را اطاعتتہ یزید  
 لازم و خروج بر اں حرام گردد۔ و اگر  
 طرق انعقاد مطلق اعنی عموم و شمول  
 خلافت اندو صحیح ہمیں است و  
 معنی آن است کہ اہل حل و عقد در

ایک دو شخص ہیں تو وہی کافی ہیں کیونکہ اہل حل و عقد کے لئے کوئی عدد مقرر نہیں ہے لیکن اس صورت میں بھی حضرت امام حسینؑ کو یزید کی اطاعت فروری نہیں ہو جاتی کیونکہ عام خلافت تمام اہل حل و عقد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ چونکہ حضرت امام حسینؑ نے بیعت نہیں کی اس لئے سب اہل حل و عقد کا متفق ہونا حاصل نہ ہو سکا۔ اس لئے اس صورت میں تمام اہل حل و عقد دو کے پابند ہونگے یا چار کے۔ ہاں ان کے لئے کوئی عدد مقرر نہیں ہے۔

چھٹا مقدمہ | چھٹے یہ کہ کسی خلیفہ کے خلافت بجاوت اور چیز ہے اور بیعت کر دینا دوسری بات ہے۔ چنانچہ عہد شکنی کرنا دوسری چیز ہے اور معاہدے کو ختم کر دینا اور بات ہے۔ اول یعنی عہد توڑنا تو وہ عہد کو پورا کر دینا اور عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا یہ اور قسموں کو ان کی تاکید کے بعد مت توڑو کے حکم کے مطابق ناجائز ہے۔

یک دوس منحصرت اوشان کافی اند۔ زیرا کہ عددی برائے اہل حل و عقد معین نیست۔ لیکن اندریں صورت ہم حضرت امام را اطاعت یزید ضرور نیست زیرا کہ خلافت بی اجتماع جملہ اہل حل و عقد متصور نیست۔ چوں حضرت امام بیعت نکردند اتفاق جملہ میسر نیامد۔ بالجملہ اندریں صورت ہمہ اہل حل و عقد پابند دو باشند یا چار۔ ہاں عددی برای اوشان معین نیست۔

مقدمہ ششم | ششم آنکہ خروج چیزی دیگر است و غلبہ بیعت چیزی دیگر۔ چنانچہ نقض عہد چیزے دیگر است و منابذہ عہد چیزی دیگر۔

اول بگم "أَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا" وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا "منوع سے۔ وثانی

لَهُ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا (پارہ ۱۵۔ سورہ نساء ۸۱)

لَهُ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا (سورہ نکل۔ رکوع ۱۳)

اور عہد کو منہ پر ماننا۔ تو برابر ہی کے طور پر ان کی طرف عہد کو پھینک دو، کے ارشادِ باری کے مطابق مباح ہے۔ اسی طرح امام کے خلاف بغاوت بیعت کرنے کے بعد از خود ناجائز ہے اور بیعت ضرورت کے وقت بری ہو جانا اپنی جگہ مباح ہے۔ اگر کوئی قاتلِ خلافت کے تحت پر چڑھ بیٹھے گا تو حقوق کا ضائع ہونا منظم کا صادر ہونا، عوام کا احکامِ الہی میں شہت پڑ جانا، جاہلوں میں بدعت کا شائع ہو جانا، گمان کیا جا سکتا ہے بلکہ ان امور کا واقع ہونا لازمی بات ہے! اس وقت ضرورت کی وجہ سے اگر کوئی ہمت والا شخص اٹھ کھڑا ہو اور خلیفہ کے دامن کو کپڑے جو اس کو فحلت کے تحت سے اتار پھینکے اور کسی منصف آدمی کے ہاتھ پر بیعت کئے تو میں کسی عقلمند کو ایسا نہیں

پارشاؤ فَاْتَمِذُ اِلَيْهِمْ عَلٰی سَمَوٰءٍ“ مباح۔ پھینکنا خودی پر امام بعد بیعت ممنوع بالذات است۔ وخلق بیعت وقت ضرورتہ بذات خود مباح۔ اگر فاسقی سریرہ آرا سے خلافت باشد تعطل حقوق و صدور مظالم و توانی عوام و احکام و شیوع بدعات و درجاہلای مظنون بلکہ ضروری الوقوع است۔ دریں وقت ضرورتہ اگر صاحب ہمتی بر خیزد و دست بردار خلیفہ آویزد و از سر بر خلافتش بر کشد و دست بدست عادی زند، عاقلی را نمیدانم کہ روئرش کند و چیں برجیں افگند و آواز انکار بریں کار بر آرد۔ ہاں اگر دریں عزل و

لے پوری آیت یہ۔ **وَ اِنَّمَا تَخَافَنَ مِنْ قَوْمٍ خِيبَا نَهٗ فَاتَمِذُ اِلَيْهِمْ عَلٰی سَمَوٰءٍ طَرَانِ اللّٰهِ لَا يَحِبُّ الْخٰثِمِيْنَ**۔ اور اگر آپ کو کسی قوم سے دغا کا ڈر ہو تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دیں، اسی طرح کہ تم اور وہ برابر ہو جائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قوم میں ایسے آثار پائے جائیں کہ وہ عہد شکنی پر آمادہ ہیں تو آپ کو اجازت ہے کہ اگر مصلحت سمجھیں تو ان کا عہد واپس کر دیں، اور معاہدے کی دست برداری سے ان کو مطلع کر دیں۔ تاکہ دونوں مسایمانہ طور پر آگاہ ہو جائیں۔ (سورۃ انفال۔ رکوع ۷۔ پارہ ۷)۔



پاتا کہ وہ ترش رو ہوا اور اسکی پیشانی پر بل پڑ جائیں اور ایسا کہنے پر مخالفت کی آواز بلند کرے۔ ہاں اگر اس فاسق خلیفہ کے اہل نے اور دوسرے کو متحرک کرنے میں قند پیدا ہو جائے، اور دین اور اہل دین کی بے آبروئی ہو، تو عارضی طور پر ایسا کرنے والے کیلئے مخالفت پیدا ہو جائیگی۔ اسلئے فساد کی متعدد کے مطابق تنبیہ اور زجر ضروری ہے اگر دین کا تیرہ منتشر ہوتا نظر آئے یا اہل دین کی پیشانی کا گمان غائب ہو تو اس کے خلاف اٹھنا لائق نہیں کہ اس کام کے قریب بھی پھینکے اور اگر کوئی صدمہ اپنی جان یا مال یا اپنے موافقین فرمانبرداروں پر واقع ہوتا دیکھیں تو یہ بہت کام ہے اس الاغری کا مقصد وہی ہے جیسا کہ جابر بادشاہ کے سامنے حق کا کلمہ کہنا برمی شہادت کی حدیث تکم نے سمجھا ہوگا۔ مگر تمہیں معلوم ہے کہ قند و فساد کا اندیشہ جیسا کہ واقعات کے اعتبار سے مختلف ہے اسی طرح اندیشہ کرنے والوں کے اعتبار سے بھی مختلف ہوا کرتا ہے۔ ایک شخص کو ایک واقعے میں کتنے ہی خطرے محسوس ہوتے ہیں اور بہت کوتاہ

نصب قند بر نیزد و آبروی دین و اہل دین ریزد البتہ مخالفت عارضی عارض حال اس فعال خواہ شد۔ پس بقدر مفاسد، انکار و انزجار ضروری ست۔ اگر برہمی دین بنظر آید یا پریشانی اہل دین مظنون بود نشاید کہ پیرامون اس کار گردند۔ و اگر فقط صدمہ بر جان و مال خود یا اسباع یک جان خود افتادہ بمینند اس خود از عزائم ست۔ منش را اس عزیمت ہماں ست، کہ از اعظم شہادۃ کلمہ حق عند سلطان جاز او کما قال فہمید باشی۔ گردانی کہ اندیشہ قند و فساد چنانچہ باعتبار وقائع مختلف است بچنین باعتبار اندیشہ کنای مختلف است یکی را در یک واقعہ اندیشہما بر روی کار می آیند و ہمتہ را می گزیند و یکے را امید ہا کار سے فرماید و ہمتش را می افزیند۔ پس اگر شخصے از اقامتہ

لہ و افضل الجہاد من قال کلمۃ حق عند سلطان جائد (حدیث)  
افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ (مترجم)

دیتے ہیں اور ایک شخص کیلئے امید افزا ہوتے ہیں اور  
اسکی ہمت کو بڑھاتے ہیں پس اگر کوئی شخص کسی  
فاسق کو کثرت سے اتارنے میں قہقہوں ڈرتا ہے اور  
دوسرا اس کو اتارنے اور دوسرے کو خلیفہ بنانے  
میں امید رکھتا ہے، تو قہقہوں والے کیلئے ممنوع اور نہ  
ڈرنے والے کیلئے مباح ہوگا۔ باقی اس قصہ کو اللہ ہی  
جاتا ہے کہ کس کی رائے ٹھیک ہے اور کس کی غلط  
کیونکہ مجتہد سے غلطی بھی ہوتی ہے اور درست بھی۔

خلافت کی لیاقت اور اہلیت کے بارے میں

ساتویں بات یہ ہے کہ خلافت کی لیاقت  
واہلیت دو قسم کی ہوتی ہے۔

اول یہ کہ خلافت کی سپرنگ کی اس شخص

کے لئے فقط جائز ہو۔ اتنی لیاقت صرف  
اسلام اور قریشیت سے حاصل ہو جاتی  
ہے اور نیکی اور پرہیزگاری کی اس میں چند  
ضرورت نہیں۔

دوسرے یہ کہ خلافت کا لباس اس

کے قد پر فٹ آجائے۔ میرا مطلب یہ ہے  
کہ دین کا اقتدار اس کے ہاتھوں اغلب ہوتا  
اس قسم کی لیاقت کثرت علم، عمل صالح اور  
حسن تدبیر، ہمت، بلند اور ترک دنیا کے  
بغیر میسر نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لئے

فاسقے از مسند خلافت از فتننا  
بترسد و دیگرے امید وریں  
عزل و نصب دارد اں را ممنوع و  
ایں را مباح خواهد بود۔ باقی  
ایں قصہ را خدا داند کہ راجی  
کہ ام بر صواب ست و کہ ام بر  
خطا۔ "المجتہد یخطی و  
یصیب۔

در اہلیت و لیاقت خلافت

ہنتم ایچہ اہلیت و لیاقت خلافت  
بدو گونہ ست۔

یہ لے لے ایک تفویض خلافت باو  
روا بود و بس ایں قدر لیاقت  
فقط باسلام و قریشیت بہم  
میرسد و صلاح و تقوی درینقدر  
بکار نیست۔

دویم آنکہ خلعت خلافت

بر بالای حال اور راست ایہ۔ یعنی  
تکلیف دین از دست او مطمئن بود۔  
ایں قسم لیاقت بے علم و افر و عمل  
صالح و حسن تدبیر و ہمت بلند و  
ترک دنیا میسر نواں شد۔ پس

جو کچھ کہ نسانی کی حدیثوں میں روایت کیا گیا ہے کہ :

"ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنگی اور فریضی، مسکھ اور دکھ میں مطیع و فرمانبردار بننے کی بیعت کی اور یہ کہ ہم اہل امر سے کسی امر میں جبکہ انہیں کریں گے۔ اور یہ کہ ہم حق کہیں گے، اور حق پر قائم رہیں گے۔ ہم جس حال میں بھی ہوں گے ہم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔"

اسی دوسری اہلیتِ خلافت پر نظر رکھتے ہوئے ہے کہ کسی امر میں جھگڑنے سے اس کی اہلیت کے باوجود منع فرمایا ہے۔

دلیل اول | اور اسکی دلیل اول تو یہی حدیث ہے کیونکہ آخری جملہ میری مراد ہے ان نقول او نقوم بالحق الخ خود اتنی بات پر واضح دلیل ہے کہ اگر خلیفہ وقت بکار ہو تو حق بات کا اعلان کرنا چاہیے اور یہ امر بدرجہ اتم اس وقت ہی ظاہر ہوگا جب کہ اس فاسق خلیفہ کی بیعت کو گلے سے نکال پھینکیے۔

دوسری دلیل | دوسرے یہ کہ مسند

آنچسدر احادیثِ نسانی مروی ست کہ :

بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلو علی السمع والطاعة فی الیسر والعسر والمنشط والمکروه وان لا ننازع الامراھله وان نقول او نقوم بالحق حیث ما کنا لا نخاف لومة لائم۔

نظر پر ہمیں اہلیتِ ثانیہ ست کہ ازمنہ استمر امر باوجود ان اہلیتہ منع فرمودہ اند۔

دلیل اول | ودیشش اول ہمیں حدیث ست چہ جملہ اخیرہ اعنی ان نقول او نقوم بالحق الخ خود بریں قدر دلالت واضحہ دارد کہ اگر خلیفہ وقت فاسق بود داد حق باید داد۔ و ایں امر بدرجہ اتم ہماں وقت تصور کنند کہ خلیع بیعت توان کرد۔

دلیل دوم | دوم آنکہ در اقامتہ

خلافت سے فاسق کو تار شینے اور اسکی جگہ انصاف پر سنت کو بٹھانے پر کوئی ایسا نقصان پوشیدہ نہیں ہے اور نہ لازم آتا ہے کہ اس سے بچنا ضروری ہو۔ باقی رہا یہ کہ فتنہ و فساد کا اندیشہ ممانعت کا سبب ہو، تو اگر کوئی عقل والا ہو تو اس کے لئے یہاں منقول نہیں ہے کیونکہ اول تو مطلقاً اس طور پر منع نہیں فرماتے تھے بلکہ مذکورہ اندیشے کی شرط بر منع فرماتے تھے اور اگر اکثریت کے لحاظ سے فساد کا واقع ہوا اس جیسے مواقع پر رجحان میں لایا جائے تو قطع نظر اس کے کہ ہم جواب دینے والے ہیں اس کا احتمال بھی کافی ہے۔ سوائے وہیں کا دھانگی کے اس کا کیا جواب ہے کہ جملہ لاحقہ کے عطف کا قرینہ مراد و اَن نَقُولُ اَوْ نَقُولُ اَوْ نَقُولُ، اول کی تصحیح کر رہا ہے نہ کہ دوسرے کی میرا مطلب یہ ہے کہ اہلیت سے مراد علم، پرہیزگاری، زہد اور جہت کی قوت اور حسن تدبیر ہے۔ صرف مسلمان اور قریش ہونا کافی نہیں ہے۔ ساتویں یہ کہ خلافات کا انعقاد، غلبہ، زور اور زبردستی کی وجہ سے ضرورت

فاسق از مسندِ خلافت و نشانند عادل بجائش بیچ مخدوری مکنون و لازم ذات نیست کہ احتراز ازال قابل است تمام باشد۔ باقی ماند آنکہ اندیشہ فتنہ و فساد موجب نہی باشد۔ اگر عقل باشد دریں جا معقول نیست۔ چه اول علی الاطلاق ایں طور منع نہی فرمودند۔ بلکہ بشرط اندیشہ مذکور منع سے فرمودند و اگر ببحاظ اکثریہ و توجہ فساد دینی نہیں و قائل حجتہ کردہ ابد قطع نظر از آنکہ مارا کہ مجبوسیم احتیال ہم کافی است۔ بجز نہ تعنت ایں را چه جواب است کہ قرینہ عطف جملہ لاحقہ یعنی وَ اَن نَقُولُ اَوْ نَقُولُ بِالْحَقِّ مَرَّج اول است۔ یعنی آنکہ مراد از اہلیت انصاف و علم و تقویٰ و زہد و قوت و ہمتہ و حسن تدبیر ہست نہ فقط اسلام و قریشیہ۔

ہنتم آنکہ انعقادِ خلافت  
بوجہ استیلاء و قہر و غلبہ بحکم

ضرورتِ ست و خروجِ اندیل صورت  
 بانیشہ فتنہ و فساد نہ آنکہ بذاتِ  
 خود ممنوعِ ست۔ پس اگر کسی بزور  
 و غلبہ مستلط شود و دیگران را  
 لائقِ خلافت نہماید اگر امیدِ غلبہ  
 دارند رواست کہ سر بر آزند و  
 دست از اطاعتش بدارند۔ آندہ  
 خدا داند کہ ایں ظن اوشاں  
 راست خواهد آمد یا نی۔ واللہ اعلم  
 ، مشتم آتیکہ اتباع و اطاعت  
 ائمہ و خلفاء و جوہ آں مشروط  
 بشرط بقار امامت است و خلافت  
 مثل اتباع رسل تا وقتیکہ نبوة  
 کسی بحال خود باقی ست ، اعنی  
 منسوخ نبوة دیگرے نہ گردیدہ  
 اتباع او امر و نواہی شاش  
 ضرورتِ ست و زمانیکہ اوشاں از  
 عمدہ نبوة خود بر آیند اعنی  
 نبوة شاش منسوخ گردد ۔ آندم  
 اتباع اوشاں ضرور نیست ،  
 خواہ اوشاں زندہ باشند مثل  
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا مردہ

کے سبب سے اور اس صورت میں اطاعت  
 سے نکل جانا فتنہ و فساد کے اندیشے سے منع  
 ہے نہ یہ کہ بذاتِ خود خروجِ ناجائز سے پس  
 اگر کوئی غلبہ اور طاقت کا بغض ہو جائے اور  
 دوسروں کو خلافت کے لائق نہ دکھائی دے تو  
 اگر غلبہ کی امید رکھتے ہوں تو درست ہے کہ اس کے  
 خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اسکی اطاعت سے ہاتھ  
 اٹھالیں۔ آندہ خدا جانتا ہے کہ ان کا یہ گمان  
 درست ہو گا یا نہیں۔ واللہ اعلم۔  
 اٹھویں یہ کہ خلفاء اور اماموں کی  
 اطاعت اور پیروی کا واجب ہونا۔ انکی  
 امامت کے باقی رہنے کی شرط کے ساتھ  
 مشروط ہے جیسا کہ رسولوں کی پیروی  
 ان کی رسالت کی بقار کی شرط کے ساتھ  
 مشروط ہوا کرتی ہے جب تک کہ کسی نبی کی  
 نبوت اپنی حالت پر باقی ہے یعنی دوسرے  
 نبی کی نبوت سے منسوخ نہیں ہوتی تو اس کے  
 احکامات کی پیروی ضروری ہے اور جب  
 انبیا اپنی نبوت سے عمدہ برآ ہو جائیں یعنی  
 انکی نبوت منسوخ ہو جائے تو اس وقت انکی  
 پیروی ضروری نہیں ہے۔ وہ خواہ زندہ ہی کیوں  
 نہ ہوں جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام یا اپنی امتیاز

موت کے ساتھ دنیا سے تشریف لے گئے ہوں  
 اسی طرح خلفا کو بھی سمجھ لینا چاہیے۔ پس  
 اگر کسی وجہ سے خلیفہ کو معزول کر دیں یا  
 اسکی خلافت کو لوگ قبول نہ کریں تو اس خلیفہ  
 کے احکام اور نواہی کی تعمیل ضروری نہ ہوگی زیادہ  
 سے زیادہ یہ کہ خلیفہ کا معزول کر دینا اور قبول  
 نہ کرنا (بعض حالات میں) نامناسب (بعض  
 میں) مکروہ اور (بعض میں) ممنوع ہوگا بعض  
 نبی اکرم کی طرف سے اولی الامر کی اطاعت کے  
 متعلق تاکیدیں عام طور پر نہیں ہیں بلکہ انکی

بموت مخصوص خود۔ همچنین خلفا  
 را باید پنداشت۔ پس اگر خلیفہ را  
 بوجہی معزول کنند یا خلافت او  
 قبول نکنند اتباع او امر و نواہی او  
 لازم نخواهد بود۔ غایت ما فی الباب  
 این عزل و عدم قبول نازیبا و مکروہ  
 و ممنوع بود۔ غرض تاکید است تبوی  
 بنسبت اطاعت اولی الامر علی العموم است  
 بلکه تا وقت بقار خلافت امامت  
 شان است۔

امامت اور خلافت کے باقی رہنے کے وقت تک ہیں۔

نویں یہ کہ اگر سب سے آدمی یا وقت  
 بمعنی ثانی (یعنی قریشی، ہاشمی اور عالم وغیرہ)  
 میں شریک ہوں اور اگر ان میں کوئی فرق ہو  
 تو شدت اور ضعف اور زیادتی و قلت میں ہو  
 تو اس وقت افضل یہ ہے کہ سب سے زیادہ اچھے  
 آدمی کو خلیفہ بنا میں البتہ واجب نہیں  
 ہے (اولی سب سے کہ افضل کو بنا میں) جیسا کہ  
 ظاہر ہے چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ اول کی بیعت  
 کے وقت میں اول انصار کے دماغ میں خلافت  
 کا جو جذبہ پیدا ہوا، تو اگر امامت میں

نہم آنکہ اگر افراد کثیرہ در  
 لیاقت بمعنی ثانی شریک باشند  
 فرق اگر باشد در شدت و ضعف  
 و زیادت و قلت باشد۔ ان وقت  
 افضل آنست کہ افضل را خلیفہ  
 گردانند نہ آنکہ واجب است  
 چنانچہ ظاہر است وہم از قصہ  
 بیعت خلیفہ اول با مرچہ بعد  
 وفات سرور کائنات علیہ و  
 علی آلہ الصلوٰت و التسلیمات  
 اول انصار را داعیہ امامت بسر

افضلیت (واجب ہوتی تو پھر انصار کا داعیہ ایک خیال محال ہوتا۔ کیونکہ صحابہ حین صحابہ کی اور ان میں بھی چار یاروں اور باقی عشرہ مبشرہ کی افضلیت اس زمانے میں بدیہی طور پر مستمم تھی۔ خاص طور پر خلیفہ اول کی افضلیت اور اگر کہا جائے کہ اس وقت تک خلیفہ کا افضل ہونا قریشی ہونے کی ضرورت کی طرح ضروری نہ تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قریشی ہونے کی ضرورت صرف شرعی ہے عقل کو اس میں دخل دینے کی مجال نہیں ہے۔ ہاں افضلیت اس درجہ پر ہے کہ اگر ضروری ہو یعنی واضح ہو، اور چلے ہم اس کو بھی چھوڑتے ہیں اور اس کے بعد (کہ حدیث کے مطابق کہ)

”خلفاء قریش میں سے ہوں گے“  
سنانی لگی تو اس وقت خلیفہ اول نے خلافت کو حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم کے حوالے کیا جیسا کہ آپ یاد ہوگا۔ یہ بات اس تہ عا پر مکمل دلیل ہے۔ کیونکہ اپنے مقابلے میں اگر وہ

اقتاد۔ اگر افضلیت در امام ضروری ہووے اس خیال محال ہو۔ چہ افضلیت مہاجرین و انہم چار یار و بقیہ عشرہ مبشرہ در ان زمانہ ہم حکم بدیہیات داشت خصوصاً افضلیت خلیفہ اول۔ و اگر گفتہ شود کہ تا آن وقت ضرورت افضلیت مثل ضرورت قریشیت معلوم نباشد۔

جو ایش این است کہ ضرورت قریشیت محض شرعی است و عقل را در ان مجال مداخلت نیست آری افضلیت بشابہ است کہ اگر ضروری باشد اعنی بدیہی بود و آزیں ہم واگذاشتیم، پس از آنکہ

”الائمة من قریش“  
خواندہ شدہ آن وقت کہ خلیفہ اول حوالہ بر حضرت عمر و حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم کروند چنانکہ یاد باشد، خود دلیل کامل است بریں مدعا۔ چہ اگر نسبت خود

دوسروں کو افضل جانتے ، اور یقیناً  
دوسروں کے مرتبوں کا فرق ان کو معلوم  
تھا تو جس کسی کو وہ افضل سمجھتے ، اسی کی  
بیعت کرنے کے لئے ارشاد فرماتے ۔

**مشبہ** اور اگر یہ کہا جائے کہ دونوں  
کو ایک ہی مرتبہ کا سمجھا ہو گا تو ہر چند کہ یہ  
خیال بیہودہ اور دھینکا مشتی ہے ، اور  
سخت زبردستی ہے تو پھر اس بات کا کیا  
عذر پیش کریں گے کہ حضرت امام حسن ،  
رضی اللہ عنہ نے خلافت حضرت امیر  
معاویہؓ کے سپرد کر دی تھی ۔ شیعہ لوگ اگر  
لفظ حق میں بند کر کے یا چھوڑ کر تقیہ کا عذر  
کریں گے ۔ مگر سنی کیا کہہ سکیں گے ۔

ہر چند شیعوں کا تقیہ کا عذر بھی  
اس واقعہ میں دھینکا مشتی ہے کیونکہ اتنی  
کثیر تعداد فوج جو ان کے پاس تھی اور فوج  
بھی انکار کر رہی تھی یہ تقیہ کا عذر گوزشتہ سے  
زیادہ وقعت نہیں رکھتا ۔

لیکن بحث تو سنیوں کے اصول پر  
ہو رہی ہے لیکن چونکہ سنی پہلے تسلیم کر  
چکے ہیں اس لئے انہیں تسلیم کرنے کے سوا  
کوئی چارہ نہیں ہے اور اس قدر کوشش کے بعد

دیگران کو افضل میدانستند باری  
تفاوت مراتب دیگران بالیقین  
معلوم بود۔ ہر کرا افضل میدانستند بہ  
بیعت ہماں کس ارشاد میفرمودند۔

**مشبہ** و اگر گفتہ شود کہ ہر  
دو را بیک مرتبہ دانستہ باشندہ  
ہر چند این قسم بیہودہ خیالات  
تعنت محض است و مکابره سخت  
دریں امر چہ عذر خواہند آورد کہ  
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ  
خلافت با امیر معاویہؓ سپرد شدہ شیعہ  
اگر چشم حق ہیں بستہ یا شکستہ عذر  
تقیہ کنند سُنیاں چہ خواہند گفت  
ہر چند این عذر شیعیان نیز دریں  
واقعہ تعنت و مکابره است  
چہ با این افواج کثیرہ کہ بودند و  
اَل انکار کہ لشکریاں کہ نمودند این  
عذر پوچ بنرخ گوزشتہ سے ارزد ۔

اما کلام بر اصول سُنیاں است  
ادشاں را بجز تسلیم آنکہ خود تسلیم  
کردند هیچ چارہ نیست و بعد  
این ہمسہ چنین و چنان این قدر



یہ بات کھل کر آگئی ہے کہ کسی کا افضل ہونا  
خليفة نامزد کرنے کیلئے صرف افضلیت کا  
موجب ہو سکتا ہے اس کی نامزدگی کے  
واجب ہونے کا سبب نہیں ہو سکتا۔

دسویں بات یہ ہے کہ انسان کی  
حالت بدلتی رہتی ہے اسی وجہ سے تو  
اس کا نام حال رکھا ہے پس ممکن ہے بلکہ  
بزاروں کو میں دیکھتا ہوں کہ ایک وقت  
تقویٰ، طہارت اور دنیا سے بے رغبتی ان  
کو ہوتی ہے اور عبادت اور اطاعت کا  
کامصلیٰ کندھے پر ہے اور اطاعت غلامانہ  
کا حلقہ کان میں ہے لیکن پھر کچھ عرصہ کے بعد  
شیطان کا کھلونا بن جاتے ہیں اور پہلی راہ ہدایت  
کے برخلاف چلنے لگتے ہیں پہلی حالت میں تو  
وہ دوسرے معنی میں خلافت کی لیاقت  
رکتے ہیں لیکن دوسری حالت میں نہیں۔  
گویا رہنما اصول یہ ہے کہ نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی صرف  
کسی چیز کو واجب اور حرام کرنے کے لئے ہی  
نہیں ہوتے بلکہ امور معلومہ استحباب اجابت  
وغیرہ کیلئے بھی ہوتے ہیں۔ البتہ یہ تمیز کرنا کہ  
کونسا امر و نواہی ایجاب و تحریم کے لئے ہے

پرہی است کہ افضلیت کے  
موجب افضلیت استخلاف اولیٰ  
توان شد، سبب وجوب استخلاف  
اونتوان شد۔

دہم آنکھ حال در معرض  
تحول می باشد ہمیں است کہ  
حال نام کہ دند پس ممکن بلکہ بزار ہا  
رامی سینم کہ وقتی تقویٰ است  
و طہارت و زہد است و  
عبادت و سجادہ طاعت بردوش  
و حلقہ اطاعت خداوندی در  
گوش باز پس از چندی مسخرہ  
شیطان مے شوند و برعکس رہ اول  
میروند۔ در حال اول  
لیاقت خلافت بمعنی ثانی وارند  
نہ در حال ثانی۔

یازدہم آنکھ اوامر و نواہی  
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہ فقط  
برائے ایجاب و تحریم می باشند  
بہر استحباب وغیرہ امور معلومہ  
نیز می باشند۔ آری تمیز اینکه اس  
امر و نواہی برائے ایجاب و تحریم است

اور کونسا استحباب و اباحت کے لئے ہے  
 ہر شخص کے بس کا کام نہیں ہے بل وہ شخص  
 جو کہ امر و نہی کے مقتضائے مراتب اور ان کے  
 اغراض اعلیٰ کا فرق پہچانتا ہے ہی اس فرق  
 کو سمجھ سکتا ہے چونکہ ہم اس خاص مسئلے میں  
 بحث کر رہے ہیں تو کچھ اشارہ اس طرف بھی  
 کر دینا چاہیے۔ اگر خلیفہ وقت خلافت کی  
 دوسری قسم کی اہلیت رکھتا ہو کہ وہ پیر ہنگام  
 ہے تو اس وقت اس کے ساتھ جنگ و جدال  
 کرنا قطعی حرام ہے کیونکہ اس صورت میں کسی  
 دینی نفع کے شائبہ کے بغیر دینی اور دنیاوی نفع  
 پیش لے گا اور اتنی بات کو کون ہے جو نہیں  
 جانتا ہے کہ اس قسم کے امور بالکل حرام ہوتے  
 ہیں اور اگر اہلیت ثانیہ سے وہ پیر ہو رہیں  
 ہے صرف پہلی اہلیت کی وجہ سے سخت نکتہ  
 کو اپنے پاؤں کے نیچے دبائے بیٹھا ہے اور اس  
 نے خلافت کے اہل لوگوں کی جگہ گھیری ہوئی  
 ہے، تو پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کو تخت سے  
 ہٹانے اور دوسروں کو بٹھانے میں اگر صرف  
 اپنی جان و مال کا کھونا ہے اور فتح کی امید اور

و اس امر و نہی برائے استحباب  
 وغیرہ ہر کس را میسر نیست آنکہ  
 فرق مراتب موجبات امر و نہی  
 و علل غایت آن را می شناسد،  
 ایس را می داند۔ چون بحث در  
 امر خاص است رمز می ازین قسم  
 باید گفت۔ اگر خلیفہ وقت اہلیت  
 ثانیہ داشته باشد قتال و جدال  
 او حرام قطعی است چہ مضرہ  
 دینی و دنیوی بے شائبہ منفعت  
 دینی پیش خواهد آمد۔ و ایس قدر  
 کیست کہ نہی داند کہ ایس قسم امور  
 حرام مطلق می باشند۔ و اگر از  
 اہلیت ثانیہ بہرہ ندارد، فقط  
 باہلیت اولی سریر خلافت را زیر  
 پا گرفتہ و بر مسند امامت و  
 حکومت اعلان نشسته می باید دید  
 کہ در تقدیر بحال آن و نصب دیگران  
 اگر فقط آفات جان و مال خویشین  
 است و بس امید غلبہ و رجاء

ملہ یعنی قریشیت کے ساتھ صاحب علم و تقویٰ بھی ہو۔ مترجم

ملہ یعنی نقصان دینی اور دنیوی دونوں قسم کا ہوگا اور کوئی دینی فائدہ نہ ہوگا۔ مترجم

شوکت کی صورت نہیں؟ تو اس کو ایسے عظیم  
سے جنگِ جدال کرنے سے منع کرنا صرف  
شفقت کے طور پر ہوگا اور اگر فتنہ کے بھرکنے  
اور تماوی کا اندیشہ ہو، میرا مطلب یہ ہے کہ وہ  
جانتا ہے کہ یہ آگ اپنے عرضِ طول میں گئے  
وہ لے اور دے گئے نالے کو گھیرے گی صرف اہل  
پیکار تک ہی محدود دہشتے کی تو اس وقت  
جنگِ جدال کے لئے ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے  
مگر اکثر یہی ہے کہ میٹھولی سایہ اپنی ٹھاس  
اور پتے دور دور تک پہنچاتا ہے اور کیوں  
بے پہنچلے کہ اس قسم کے حالات میں سلاطین  
اپنا انتقام لیتے ہیں اور مال و جاہ کی  
محبت اپنے دشمن سے کینہ پر مجبور کرتی  
ہے۔ اس کے باوجود اس طرف ہاتھ  
میں مال و دولت ہوتے ہیں، اور لو کہ  
چاکر اور لشکر مددگار ہوتا ہے۔ غلبہ اور  
تسلط حاصل اور مخالفت مزاحم کی جڑیں  
کھوکھلی، اور اس طرف شوٹے چھوڑنے  
اور درپردہ اُمیدیں باندھنے کے سوا  
کیا رکھا ہے کہ اُمید پوری ہو جائے اور  
دشمن کی قوت ٹوٹ جائے لیکن پھر بھی  
غیبی نصرت بے سرو سامان لوگوں کی

شوکت نیست نہی از قتال و  
جدال او نہی شفقت نخواہد بود،  
و اگر اندیشہ تَمادی و استتار  
فتنہ باشد اعنی بدانکہ اس آتش  
در عرض و طول خود کردہ و ناکردہ  
را فرا نخواہد گرفت فقط سروکار  
با اہل پیکار نخواہد ماند، آن وقت  
نباید کہ دستِ قتال کشید مگر  
اکثر ہمیں است کہ اس تخم  
بے حقیقت شاخ و برگ خود  
دور دور می رساند و چون  
نرساند کینہ از سینہ سلاطین  
دریں چنین اوقات سر میزند و  
حب مال و جاہ کینہ کش بدخواہ  
خود می شود۔ بایں ہمسہ آل  
طرف مال و دولت در دست و  
ششم و ہدم سر پرست، قہر و  
استیلا حاصل، مخالف و مزاحم  
مستاصل و این طرف بجز  
موشک دوانی و امید پنهانی  
چسیت کہ اُمید بستہ آید و  
قوتِ دشمن شکستہ آید۔ لیکن

کامیابی کا سامان پیدا کر دیتی ہے اور  
بے خانمان لوگوں کی مددگار بن جاتی  
ہے۔ عباسیوں کے ہاتھوں بنی امیہ  
کی حکومت کا انقلاب تم نے سنا ہی  
ہوگا، اور حکومت تیموری کی ترقی کا  
حال کتابوں میں دیکھا ہوگا۔ پس اگر  
غلبے کی اُمید اور شوکت کی توقع ہو  
تو پھر جنگ و جدل میں کیا مضائقہ  
ہے۔

حاصل یہ ہے کہ خلیفہ کے ہمارے ہونے  
کی صورت میں اس کی بیعت کے ٹوٹنے  
کے نفع و نقصان کا اندازہ کرنا چاہیے۔  
جو صورت رائج ہو، اس پر عمل کرنا  
چاہیے اور یہی مضمون ہے جو کہ اس آیت  
کے اشاروں میں پنہاں ہے۔

کہہ دیجئے کہ ان دونوں (یعنی شراب اور

تانبہ) کا پر داتی غیب گاہی در  
کار بے سرو سامان می شود  
واقبال و نصرت مددگار بے  
خانمان میگردد۔ انقلاب  
دولت بنی امیہ از دست  
عباسیان شنیدہ باشی و ترقی  
دولت تیموریہ در کتب دیدہ باشی  
پس اگر اُمید غلبہ و بھار شوکت  
باشد، در محاربه و مجادله چہ باک۔

الحاصل در صورت فسق  
خلیفہ موازنہ در منافع و مضار  
خلع بیعت باید کرد ہرچہ راجح  
نماید بدان کار بند باید شدہ و این  
مضمونیست کہ در اشاراتِ

آیۃ  
قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَ

لے یعنی اگر جنگ میں فائدہ ہو تو جنگ کرے اور اگر ملکی نقصان کا اندیشہ ہے، تو پھر جنگ سے  
باز رہے۔ مترجم

اس آیت میں شراب اور حوشے کے بارے میں حکم دیا گیا ہے کہ ان دونوں میں گناہ بڑا اور  
کچھ منافع بھی ہیں۔ لیکن گناہ ان دونوں کے منافع سے زیادہ ہیں۔ اس لیے جب گناہ غالب ہو  
تو اس کا اعتبار کر کے ان کو حرام قرار دیا گیا۔ اسی طرح خلیفہ کے فاسق ہونے میں اگر نقصانات  
غالب ہوں اور فسادات اور تباہی بھی غالب نہ ہو تو چاہیے کہ ایسے خلیفہ کو موزول کر دیا جائے۔ مترجم

جھٹے) میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے  
کچھ منافع بھی ہیں لیکن ان کے نفع سے  
نقصان زیادہ ہیں۔

بارہویں یہ کہ احادیث کی صحیح  
کتابوں میں جیسی مسلم، عبادہ بن صامت  
سے روایت ہے کہ :

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے دعوت دی۔ پس ہم نے بیعت  
کی۔ پس جن باتوں کے لئے ہم سے بیعت  
لی، یہ تھیں کہ ہم بیعت کریں اطاعت  
و فرمانبرداری پر اپنی خوشی اور ناخوشی  
میں، اپنی تنگی اور فراخی میں، اور  
اولوالامر سے ہم جھگڑا نہ کریں۔ پھر حضور  
نے فرمایا۔ ہاں اگر تم گھلا کفر دیکھو کہ اس  
کے بارے میں تمہارے پاس اللہ کی طرف  
سے برہانی موجود ہو (تب اولوالامر  
سے نزاع کر سکتے ہو)

اس روایت سے آفتاب کی طرح  
روشن ہے کہ اگر خلیفہ علی الاعلان کھلے  
گناہ کا مرتکب ہو، اور امر بالمعروف  
اور نہی عن المنکر سے اثر قبول نہ کرے  
تو اس کے ساتھ نزاع جائز ہے۔ کیونکہ

مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِنَّهُمْ لَمَّا  
أَكْبَرُوا مِنْ نَفْعِهِمْ سَاءَ وَدَلِيلُ  
نِسَاوَهُ اَنَّهُ -

دو از دہم آنکہ در احادیث  
کتاب صحیحہ مثل مسلم از عبادۃ بن  
صامت مروی ست کہ

دعا قال رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم قبا یعننا  
فکان فیما اخذ علینا  
ان با یعننا علی السمع  
والطاعة فی منشطنا  
ومکوهنا وعسونا ویسونا  
واثرۃ علینا ولا ننازع  
الامراہلہ قال الا ان  
تروا کفرا بواحا عندکم  
من اللہ فیہ برہان۔

ازیں روایت مثل آفتاب  
روشن است کہ اگر خلیفہ علی الاعلان  
مرتکب معصیتِ بدینہ باشد و  
از امر معروف و نہی عن المنکر  
منہ جبر نشود منازعت با او

کَفْرًا بَوَاحًا سے یہاں مراد گناہ ہے  
 عندکھ من اللہ فیہ برہان  
 کے قرینے سے۔ ورنہ اصطلاحی کفر اس  
 صفت بیان کرنے کا محتاج نہیں ہے  
 چنانچہ ظاہر ہے۔ اسی طرح جملہ لاہما  
 اقاموا الصلوٰۃ کہ صحیح مسلم کی بعض  
 روایات میں صحابہ کے پوچھنے کے بعد حکم واقع  
 ہوا ہے جبکہ صحابہ نے بدکار حاکموں کی نافرمانی  
 کے متعلق سوال کیا تھا یہ جملہ اس بات پر  
 دلالت رکھتا ہے کہ اگر کوئی حاکم دین کے  
 ضروری ارکان کو چھوڑ دے تو اس کی نافرمانی  
 سے ہاتھ کھینچ لینا چاہیے۔

تیسریوں یہ کہ فسق کے مرتبے درجے  
 ہیں اور ہر درجے کا حکم بھی جدا ہے سب  
 کو ایک ہی بھاد نہ سمجھنا چاہیے۔ شراب کا  
 پینا اور اسی طرح کے گناہ (جوا وغیرہ) بھی  
 فسق ہے اور روزہ، نماز، حج اور زکوٰۃ کا  
 چھوڑ دینا بھی فسق ہے پھر فسق کا چھپانا بھی  
 فسق ہے اور فسق کا اعلان کرنا بھی فسق ہے  
 اور ان کاموں کو تنہائی میں کرنا بھی فسق ہے  
 اور دوسروں کو رغبت دینا بھی فسق ہے۔

جائز است چہ مراد از کفراً  
 بَوَاحًا در اینجا معصیت است  
 بقرینہ جملہ عندکھ من اللہ  
 فیہ برہان ورنہ کفر اصطلاحی  
 محتاج اس توصیف نبود چنانچہ  
 ظاہر است بچہنیں جملہ لاہما  
 اقاموا الصلوٰۃ کہ در بعض روایات  
 صحیح مسلم بعد استفسار صحابہ از  
 منابذہ امر فسقہ وارد است  
 بریں امر دلالت دارد کہ اگر کسی ارکان  
 ضروریہ و فیہ را ترک دہد دست  
 اطاعت از دست او باید کشید۔  
 نیز دہم آنکہ فسق را مدارج  
 کثیرہ است و حکم ہر درجہ جدا۔  
 ہمسرا بیک نرخ نباید گرفت۔  
 شرب خمر و امثال او نیز  
 فسق است و ترک صوم و صلوٰۃ و  
 حج و زکوٰۃ ہم فسق است۔ باز  
 اخفاران نیز فسق است و اعلان  
 آن نیز فسق است و تنہا کردن اس  
 کارا نیز فسق است تحریریں دیگران

لہ اولاً امر سے نزل مذکور جب تک کہ وہ نماز قائم کرتے رہیں۔ انوار

اسی طرح حرام کاموں کا کرنا بھی فسق ہے اور بدعت کے کاموں کا اعتقاد کرنا بھی فسق ہے۔ پس جہاں فاسق خلفاء کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے سے ڈرایا گیا ہے اس سے مراد مطلق فسق رکھنا ہے میرا مطلب یہ ہے کہ فسق صرف فسق ہونے کی حیثیت سے یعنی اس کی ماہریت اور مصداق امور زائدہ کا اعتبار کئے بغیر خلیفہ کے خود معزول ہوجانے یا معزول کردینے کا موجب نہیں ہے۔ ورنہ ہر قسم کا جو فسق بھی ہو اگرچہ کفر لواح ہو اور یا ترک نماز ہی کیوں نہ ہو، عزل کا سبب نہ ہو سکتا۔

غرض اس کہنے سے کہ فاسق کے خلفاء خروج نہیں کرنا چاہیے یہ لازم نہیں آتا کہ فسق ظاہر کے اعلان کرنے اور دین کی ضروریات ترک کرنے اور بدعت کا ارتکاب کرنے پر بھی خروج نہیں کرنا چاہیے۔

نتیجہ یہ ہے کہ فسق کی مشکلت ہے

ہم فسق است پہچنین ارتکاب امور محرّم ہم فسق است و اعتقاد امور مبتدعہ ہم فسق است پس جائیکہ تحذیر از خروج بر فاسق فرمودہ اند مراد ازاں مطلق فسق داشتہ اند۔ مراد م ایں است کہ نفس فسق من حیثُ هُوَ یعنی و ماہریت و مصداق فسق بلے اعتبار امور زائدہ موجب عزل و انزال نیست۔ ورنہ ہر نوع فسق کہ باشد اگرچہ کفر لواح باشد و ترکِ صلوة بود، موجب عزل نتواند شد۔

غرض ازیں گفتن کہ بر فاسق خروج نہاید کرد لازم نمی آید کہ بر اعلانِ فسق ظاہر و ترکِ ضروریاتِ دین و بدعت، ہم خروج نہاید کرد۔

باجملہ فسق کلی مشکک است

۱۔ مسئلہ تشکیک منطقیوں میں ایک معرکہ آرا مسئلہ ہے۔ یہاں ان تفصیلات کی گنجائش نہیں مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ افراد میں صفت کے اعتبار سے کمی اور زیادتی اور درجہ بدرجہ اولیت اور اولویت، زیادہ شدت اور زیادہ تخفیف جو پیدا ہوتی ہے اس کا (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

نہ ہر فرد اور موجب خروج، و  
 نہ ہر مرتبہ اور مانع ازال۔ بالجملہ  
 قدر مشترک فیما بین مدارج فسق  
 موجب خروج نیست و ہمیں  
 است معنی لا یخلع ولا یجوز  
 بالخروج علیہ۔

چہار دہم آنکہ عقائد اہل سنت  
 دو قسم است۔ یکے متفق علیہا  
 جملہ اہل سنت بیک عقیدہ  
 دل دادہ اند مخالفتِ اس قسم  
 عقائد چنانکہ شیعہ و خوارج  
 و نواصب و معتزلہ و مرجئیہ کردہ اند  
 چودھویں یہ کہ اہل سنت کے  
 دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ عقائد ہیں  
 جن پر تمام اہل سنت بیک خیال  
 متفق ہیں اور جان دیتے ہیں۔ اس قسم  
 کے عقائد کی مخالفت کرنا جیسا کہ شیعہ  
 خارجی، نواصب، معتزلہ اور مرجئیہ نے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) نام تشکیک ہے مثلاً ایک وجہ کی ماہیت میں دوسرے کی نسبت زیادہ  
 کمال ہونا کمالی مشکک وہ کلی ہے جو اپنے مصداق کے درجات کے اعتبار سے مختلف ہو مگر ہم  
 (حاشیہ صفحہ بڑا) لے شیعہ وہ فرقہ کہلاتا ہے جو حضرت علی کی بلا فصل خلافت کا قائل ہے اور  
 ان کو سب سے افضل سمجھتا ہے اور اہل بیت کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ مترجم۔  
 لے خارجی وہ گروہ تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا منکر بلکہ ان کے کفر کا قائل تھا۔  
 لے نواصب۔ یہ لوگ ظاہر میں بڑے عابد زاہد تھے لیکن اہل سنت و الجماعت کے نزدیک  
 یہ فرقہ نجاتِ آخرت سے محروم ہے۔ مترجم۔

لکہ معتزلہ مسلمانوں کے فرقوں میں وہ ایک فرقہ تھا جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو نہ مسلمان کہتے  
 ہیں اور نہ کافر۔ اس فرقے کا امام ابوعلی جبائی تھا جس نے یہ عقیدہ پیش کیا تھا جس پر امام ابو الحسن  
 اشعری نے فرمایا تھا کہ اعتزل عننا۔ وہ ہم سے صحیح العقیدتی میں جدا ہو گیا (بقیہ بر صفحہ آئندہ)



موجب تفسیق و تبدیع می شود۔  
دوم عقائد مختلف فیہا کہ  
اکابر اہل سنت در ان مختلف  
شده اند مثل اختلاف در تکوین و  
حسن و قبح۔ این قسم اختلاف را  
مثل اختلاف در مشہد الط جمعہ  
باید پنداشت۔ اگر فرق است  
ہمیں قدر است کہ آزاد کتب  
کلامیہ آوردہ اند۔ و این را در  
کتب فقہیہ سپردند مگر این قدر  
فرق نزد اہل عقل قابل التفات  
نیست و بابل عقلا کلام نیست  
پس چنانکہ شافعیہ، حنفیہ را  
اگر در دیہات جمعہ نخوانند  
و در آنجا جمعہ را واجب ندانند  
کافرو فاسق نخوانند۔ علی ہذا القیاس  
حنفیہ، شافعیہ را اگر با وجود  
سہ کس جمعہ را واجب ندانند  
کافرو فاسق ندانند۔

کی تفسیق و تبدیع کی موجب ہوتی ہے۔  
دوسرے وہ عقائد جن میں اختلاف  
کیا گیا ہے کہ اہل سنت کے بڑے بڑے  
علماء ان میں مختلف ہو گئے ہیں مثلاً کسی  
چیز کے ہونے اور اچھے بڑے ہونے میں اختلاف۔  
اس قسم کے اختلاف کو جمعہ کی شرطوں میں  
اختلاف کی مانند سمجھنا چاہئے۔ اگر کوئی فرق  
ہے تو اس قدر ہے کہ اس کو کلام کی کتابوں  
میں لائے ہیں اور اس کو فقہ کی کتابوں میں  
تحریر کیا ہے۔ مگر اتنا فرق اہل عقل کے  
نزدیک توجہ کے قابل نہیں ہے۔ اور  
بے عقلوں سے ہمارا سروکار نہیں ہے۔  
پس جیسا کہ شافعیہ حنفیہ کو اگر خفیہ دیتا  
میں جمعہ نہیں پڑھتے ہیں اور وہاں جمعہ  
کو واجب نہیں جانتے ہیں، کافر اور  
فاسق نہیں کہتے، اسی پر قیاس کے حنفیہ  
شافعیہ کو جو تین آدمیوں کے بچنے ہوئے  
بھی جمعہ کو واجب نہیں جانتے، کافر و  
فاسق نہیں جانتے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اسی اعتراض کی وجہ سے اس فرق کو مقرر نہ کیا جائے گا۔ مترجم۔  
شہ مرتبہ وہ فرق ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ مضر نہیں جیسا کہ کفر کے  
ساتھ طاعت مفید نہیں۔ مترجم۔

پانزدہم آنکہ استخلافِ خلیفہ  
 کسی را موجبِ عموم انعقاد است  
 اگر شخص متخلف لیاقتِ ثانیہ  
 داشتہ باشد و وجہِ عموم  
 انعقاد ظاہر است چہ اطاعت  
 اولوالامر واجب است۔ ہرچہ  
 فرماید، فرمان باید پذیرفت۔ مگر  
 چون بنا بر ایں قسم استخلاف بر  
 اطاعت اولوالامر است، ہمہ  
 فوائدِ اطاعت قابلِ لحاظ خواهند بود  
 پس اگر شخص را خلیفہ وقت  
 خلیفہ گردانند کہ لیاقتِ ثانیہ نہ داشتہ باشد  
 بلکہ تارکِ صلوة و مبتدع بود،  
 اطاعتش دریں امر لازم نخواہد بود  
 چہ

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي  
 مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔

پندرہویں یہ کہ خلیفہ بر حق کا کسی کو  
 اپنا قائم مقام نامزد کر دینا عام خلافت  
 کے انعقاد کا موجب ہے بشرطیکہ جس شخص  
 کو خلیفہ نامزد کیا جا رہا ہے وہ خلافت  
 کی دوسری قابلیت رکھتا ہو (جو خلیفہ میں  
 ہونی چاہیے) اور عام خلافت کے منقہ جوئے  
 کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ صاحبِ امر کی اطاعت  
 ضروری ہے۔ وہ جو حکم دے قبول کرنا چاہیے  
 لیکن چونکہ اس قسم کے خلیفہ بنانے کی بنیاد  
 اولوالامر کی فرمانبرداری پر ہے تو اطاعت  
 کے مجموعی فوائد پیش نظر رکھتے ہونگے پس اگر  
 خلیفہ وقت ایسے شخص کو خلیفہ بنائے جو  
 لیاقتِ ثانیہ نہ رکھتا ہو بلکہ تارکِ نماز یا  
 بدعتی ہو، تو اس صورت میں خلیفہ کی  
 اطاعت ضروری نہ ہوگی۔ کیونکہ

"اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت  
 نہیں ہے"

یعنی نامزد شخص میں قریشیت، تقویٰ اور علم وغیر صفات ہوں کہ قابلیت کی دوسری قسم ہے جبکہ  
 پہلی شرط صرف یہ ہے کہ وہ قریشی ہو۔ جیسا کہ الاثمة من القریش سے واضح ہے مترجم  
 ۱۷ یعنی جس خلیفہ برحق نے اپنا قائم مقام نامزد کر دیا، تو چونکہ اولوالامر نے ایسا کیا ہے لہذا  
 اس کی اطاعت ضروری ہوئی، اور نامزد خلیفہ کے سامنے تسلیمِ حکم کرنا ضروری ہوا جیسا کہ حضرت  
 ابو بکر نے حضرت عمرؓ کو نامزد کر دیا تھا۔ مترجم

اور اگر خلیفہ کے گمان میں وہ خلافت کے قابل ہو اور دوسروں کے نزدیک نہ ہو پھر بھی اس خلیفہ کی اطاعت اتنی بات پر ضروری نہ ہوگی البتہ خلیفہ وقت کو اس وقت برا بھلا نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس نے اپنے گمان میں اس کو قابل جان کر و عہد بنایا تھا۔ اگر وہ دوسروں کے خیال میں قابل نہ نکلا تو وہ کیا کہے اور خلیفہ اور رعیت میں اس قسم کا اختلاف اور باہمی جھگڑا کہ خلیفہ تو اس کو اچھا سمجھتا ہے اور خلیفہ کی رعایا اس کام کو برا خیال کرتی ہے اس قسم کی باتیں اکثر واقع ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے درمیان قرآن کو یکجا جمع کرنے کے بارے میں بھی بحث و مباحثہ ہے اور اسی قسم کے دوسرے واقعات اتنی بات پر دلالت کرتے ہیں۔ پس ممکن ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنی جگہ خلافت لائق دیکھا جیسا کہ ذکر آئے گا اور یزید کے بڑے افعال کی انہیں

و اگر بزرگم خلیفہ او قابل خلافت بود و نزد دیگران نبود تاہم اطاعتش بہمیں لازم نحو اہر بود البتہ خلیفہ وقت را اس وقت بد نتوان گفت چہ بزرگم خود او را قابل دانستہ و لیحد کردہ بود بزرگم دیگران اگر قابل نہ برآمد او چہ کند و اس قسم اختلاف و تنازع خلیفہ و رعیت کہ خلیفہ امر مستحسن پندارد و رعیتش قبیحش انگارد اکثر اتفاق افتادہ منجملہ مباحثہ ابو بکر صدیق و عمر فاروق و زید بن ثابت در جمع قرآن نیز ہست و ہمچنین دیگر وقتائے بریں قدر دلالت دارند۔ پس ممکن کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید را لائق خلافت خود چنانکہ مذکور خواہد شد، دیدند و بر

طہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمع قرآن کے لئے فرمایا تو زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اختلاف فرمایا۔ مگر پھر حق واضح ہونے

و انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے اتفاق کیا۔ مترجم

خبث افعال او مطلع نشہ باشند۔  
 و دیگر احوال اور قابلِ خلافت ندینہ  
 یا دیندہ و باز حال او متبدل  
 شد۔ ازین وجہ از بیعتش  
 انکار کردند۔

خبر شد ہو۔ اور دوسروں نے اس کو خلافت  
 کے قابل نہ پایا۔ یا پایا اور بعد ازاں اس  
 کی حالت بدل گئی ہو، اس وجہ سے  
 انہوں نے اس کی بیعت سے انکار  
 کر دیا۔

القرض استخلافِ خلیفہ  
 موجب عموم انعقاد است۔ اما  
 بشرطیکہ در نظر رعیت امور قادمہ  
 در خلافت ولیعهد یافتہ نہ شوند۔

مغرض یہ ہے کہ خلیفہ کا کسی کو اپنے قائم  
 مقام خلیفہ بنانا عام انعقاد کو واجب کرتا  
 ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ رعایا کی نظر میں  
 ولی عہد کے خلیفہ بنانے میں ایسے امور نہ پائے  
 جلتے ہوں جو قابلِ اعتراض ہوں (تو عموم انعقاد واجب نہ ہوگا)

چوں ایں مقدمات شانزده گانه  
 تمہید یافت اعتراض شیعیان خود  
 پاش پاش شد۔ و بطور کُستیاں  
 در شہادۂ جگر گوشہ رسول الثقلین  
 صلی اللہ علیہ وسلم امام الشہداء  
 آنحضرت امام حسین رضی اللہ عنہ  
 و عن اولادہ جلتے انگشت  
 نماندن مانند و سچپنیں در ولیعهد کردن  
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید  
 را خدشہ موجب انکار نہ برآمد۔

جب یہ سولہ مقدمت تمہید کے طور  
 پر بیان ہو گئے تو شیعوں کے اعتراض کی دجیاں  
 بکھر گئیں اور سنیوں کے طرز فکر کے مطابق  
 رسول انس و جن صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 جگر گوشہ، شہداء کے امام حضرت امام حسین  
 رضی اللہ عنہ و عن اولادہ کی شہادت  
 پر انگلی اٹھانے کی گنجائش نہ رہی، اور  
 اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے  
 یزید پلید کو ولی عہد بنانے میں بھی کوئی خد  
 موجب انکار نہ نکلا۔

لہ در اصل یہ لفظ یافتہ نشووندا ہے۔ کاتب سے پرانے نسخے میں غلطی ہو گئی ہے کہ اس نے  
 یافتہ نشووندا لکھ دیا ہے۔ مترجم۔

یزید کی ولیعہدی پر بحث | اول میں

یزید کی ولی عہدی پر بحث کرتا ہوں اس کے بعد سید الشہداء اُن پر اور ان کے آباء پر سلام ہو، کی شہادت پر کلام کرتا ہوں۔ جس وقت کہ امیر معاویہ نے یزید پلید کو اپنا ولی عہد بنا یا تھا تو وہ علانیہ فاسق نہ تھا۔ اگر اُس نے کچھ کیا ہوگا تو درپردہ کیا ہوگا کہ حضرت معاویہ کو اس کی خبر نہ تھی۔ علاوہ ازیں جہاد میں یزید کا حُسن تدبیر جیسا کہ اس سے دیکھا گیا، مشہور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

یزید اور اس کے قفا کے بارے میں

ام طحان رضی اللہ عنہا کے گھر میں

حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ

و علی آلہ وصحبہ اجمعین ایک مرتبہ دو فحہ

سوئے اور جاگے اور ہر مرتبہ ہنسنے اور

ہنسی کی وجہ بیان فرمائی کہ میں نے

اپنی اُمت کے ایک گروہ کو دیکھا ہے

کہ دریا میں جہاد کر رہے ہیں اور ان کی شان

میں (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا

ہے کہ:

بحث در ولیعہدی یزید | اول

از ولی عہدی یزید بحث سے کہم

بعد ازاں در شہادت حضرت

سید الشہداء علیہ و علی آباءہ

السلام حرف سے زکم تتا و قینکہ امیر

معاویہ یزید پلید را ولی عہد خود

کردند فاسق معلن نبود۔ اگر چیزی

کردہ باشد در پردہ کردہ باشد کہ

حضرت امیر معاویہ را ازاں خبر نبود۔

علاوہ بریں حسن تدبیر در جہاد انچہ

کہ از مشہود شد مشہور است۔

خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم در باب یزید و جہادش

در بیت ام طحان رضی اللہ عنہا

کہ حضرت محبوب رب العالمین

صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ

اجمعین یک بار دو بار نختند و

بیدار شدند و ہر بار خندیند و

در وجہ خندہ فرمودند (کہ جماعتی

از امتیایں خود را دیدہ ام کہ در

دریا جہاد میکنند و در شان

اوشان فرمودہ اند۔

وہ تخت نشین بادشاہ میں یا تخت  
نشین بادشاہوں کی طرح ہیں۔  
دوسرے خواب کا مصداق یہی یزید  
اور اس کے ساتھی ظہور میں آئے۔ چنانچہ  
تاریخ جاننے والوں اور حدیث پڑھنے  
والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔ زیادہ سے  
زیادہ اس بارے میں پوشیدہ خرابیوں  
کے باعث کہ یزید رکھتا تھا، منافقوں کی  
طرح جو کہ بیعت رضوان میں شریک تھے، اور  
نفاق کی وجہ سے اللہ کی خوشنودی ان کو  
نصیب نہ ہوئی، یزید بھی اس بشارت  
کی فضیلتوں سے محروم رہا۔

امیر معاویہ کا خلافت کے بارے میں نظریہ

اور اس طرف حضرت امیر معاویہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ خلافت کے متعلق  
یہ تھا کہ جس کسی کو مملکت کے انتظام کا سلیقہ  
دوسروں سے زیادہ ہو، گو اس سے افضل  
ہوں تو دوسروں سے اس کا خلیفہ بنانا  
افضل ہے۔ اس بات پر نظر رکھتے ہوئے  
یزید کو انہوں نے دوسروں سے افضل جانا  
اور اگر بالفرض، افضل نہ بھی جانا تو اس

ملوک علی الاسرۃ او  
مثل الملوک علی الاسرۃ۔  
مصداق خواب ثانی ہمیں  
یزید و ہمراہیائے برآمد چنانچہ  
بر تاریخ دانان و حدیث خوانان  
پوشیدہ نیست۔ غایت مافی الباب  
بسبب خوابی پنهانی کہ  
داشرت، ہیچو منافقان کہ در  
بیعت الرضوان شریک بودند و بوجہ  
نفاق، رضوان اللہ نصیب او شال  
نشد، یزید ہم از فضل اہل این  
بشارت محروم شد۔

مذہب امیر معاویہ در بارہ خلافت

دیں طرف مذہب حضرت  
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ در بارہ  
خلافت اُن بود کہ ہر کہ اسلیقہ  
انتظام مملکت زائد از دیگران  
باشد گو افضل ازو باشند  
افضل است از دیگران نظر بریں  
اورا افضل از دیگران دانستند  
و اگر افضل ندانستند پس سیش

سے زیادہ بات آگے نہیں بڑھتی کہ انہوں نے  
افضل کو چھوڑ دیا جیسا کہ گذشتہ مقدمات  
میں واضح ہو گیا کہ افضل کا خلیفہ بنا نا افضل  
ہے نہ کہ واجب۔ لیکن اتنی بات کے  
باعث ترک افضل کا ان پر گناہ نہیں ہو چکا  
جاسکتا کہ امیر معاویہ کے ساتھ کام کھینچ  
سے ہم پیش آئیں اور پھر ہم امیر معاویہ رضی  
اللہ عنہ کو جلیل القدر صحابہ میں شمار نہیں  
کرتے ہیں کہ افضل اور اولی کو ترک کرنے  
کے باعث ان جیسے معاملات میں ہم انکی  
طرف سے مہذرت پیش کریں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ  
کے بعد یزید کی حالت

ہاں ان کے انتقال کے بعد یزید نے  
پر پڑنے نکلنے شروع کئے اور دل کو  
خواہش نفس اور مائتہ کو جام شراب پر  
لے گیا۔ فسق کلم کھلا کرنے لگا اور نماز چھوڑ  
دی۔ بعض سابقہ تمہیدوں کی بنا پر مقرر

ازیں نیست کہ ترک افضل کر دند۔  
چنانچہ در مقدمات سابقہ  
واضح شدہ کہ استخلاف افضل،  
افضل است نہ واجب۔ لیکن  
این قدر را گناہ نتوان گفت،  
کہ بربت و شتم امیر معاویہ  
پیش آیم و ایں طرف امیر معاویہ  
رضی اللہ عنہ را از اجلہ صحابہ  
نمی شماریم کہ نسبت ترک  
افضل و اولی، ہم دریں چنین  
امور مہذرتہ نمایم  
حال یزید پس از وفات امیر معاویہ  
رضی اللہ عنہ۔

ہاں پس از انتقال اوشان  
یزید پامی خود از شکم بر آورد و  
دل بکام و دست بجام سپرد۔  
اعلان فسق نمود و ترک صلوات داد۔  
بکلم بعض مقدمات سابقہ قابل

لے یعنی افضل کو قائم مقام نامزد کرنا زیادہ اچھا ہے، واجب نہیں ہے۔ مترجم  
لے یعنی چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم کی طرف کے دیے صحابہ میں سے نہ تھے کہ یزید کو اپنا جانشین بنانے پر ان کی طرف  
سے ہم مہذرت پیش کریں۔ مترجم

کر دینے کے قابل ہو گیا۔ اور یزید کے اس قسم کے حالات کی تبدیلی کا بیان کرتا آیا ہوں کیونکہ ممکن ہے مجال نہیں مگر اس وقت اہل رے اور اہل تدیس کی رائے مختلف ہو گئی جس کسی کو فتنہ و فساد کا اندیشہ غالب آیا اس نے مجبوراً بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور معصیت سے بچنے کے لئے نیکی کی پیروی کرنے کی شرط کو درمیان میں رکھا لیکن جس شخص یعنی حضرت امام حسینؑ کو بڑی جماعت کے وعدے پر غلبہ اور شوکت کی امید نظر آئی وہ اللہ کے لئے کھڑا ہو گیا اور جنگ کا عزم کر لیا۔ پس جو کچھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ان جیسوں نے کیا وہ بجا کیا اور جو کچھ حضرت سید الشہداء (امام حسینؑ) نے کیا وہ بالکل حق اور صواب کیا۔

اس اختلاف کی بنیاد امید غلبہ و عدم غلبہ کے اختلاف پر ہے، نہ کہ اصل فعل کے جائز اور ناجائز ہونے کے اختلاف پر۔ مگر انجام کار کو فیوں کی وعدہ خلافتی کی وجہ سے حضرت سید الشہداء

عزل گردید و اس قسم تحول احوال گفتہ آمدہ ام کہ ممکن است مجال نیست۔ مگر دریں وقت راہی اہل راہی و تدبیر مختلف افتاد۔ کسی را کہ اندیشہ فتنہ و فساد غالب افتاد ناچار دست بہ بیعتش بکشاد و احتراز عن المعصیت شرط اتباع معروف در میان نہاد و آن را کہ بوعده یک جماعت کثیره مثلاً امید غلبہ و رجاء شوکت بنظر آمد حسبہ اللہ بر خاست و تمہیہ کارزار ساخت۔ پس ہر پچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ و امثال او شال گردند بجا گردند و آنچه حضرت سید الشہداءؑ نمودند عین حق و صواب نمودند۔

بنابر اس اختلاف بر اختلاف امید است نہ بر اختلاف در جواز اصل فعل و عدم جواز آن مگر انجام کار بوجہ نقض عمدہ کو فیوں تدبیر حضرت سید الشہداء علیہ السلام

لہ یعنی اہل کو فتنہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور یزید کے خلاف لڑنے کا پیغام بھیجا تھا۔ مترجم



(امام حسین) علیہ السلام کی تدفین قبل ہو گئی، اور ۱۰ محرم کو قیامت سے پہلے میدان کربلا میں قیامت برپا ہو گئی۔  
 اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

کربلا کا حادثہ اور غزوہ احد و حنین۔

اور اس قسم کی صورت حال نہ صرف

سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کو پیش آئی بلکہ جماد میں اس طرح کی صورت اکثر پیش آتی ہے۔ احد و حنین کا واقعہ تم نے کیا نہ سنا ہوگا۔ پس جس طرح کربلا و حنین پہلے کے شہداء شہادت کی چوٹی پر پہنچ چکے

بر نشاندہ نشست و روز عاشورہ قیامت قبل از قیامت در میدان کربلا برخاست۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

حادثہ کہ بلا چوں غزوہ احد و حنین

و این قسم بر ہمیں کار نہ فقط

حضرت سید الشہداء را علیہ

السلام پیش آمد در جماد این

چنین اکثر پیش می آید۔ واقعہ احد و حنین

نشیدہ باشی۔ پس چنانکہ شہداء

احد و حنین بذوہ شہادہ رسیدہ اند۔

۱۰ غزوہ احد ۳ھ میں ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پچاس تیر اندازوں کو ایک دوسے پر کھڑا کر دیا اور فرمایا تم کسی صورت میں بھی یہاں نہ لٹنا۔ جنگ شروع ہوئی مسلمان کامیاب ہوئے اور کفار بکھڑے ہو گئے۔ اکثر تیر اندازوں نے یہ کھڑکھڑا کر کہ اب توجہ ہو گئی، وہاں سے ہٹ گئے۔ خالد بن ولید کھڑکھڑا کر کہا ہڈی تھکے جو ابھی مسلمان نہیں ہوتے تھے۔ انہوں نے دوسرے کو خالی دیکھا تو ٹوٹ کر حملہ کیا۔ ستر مسلمان صحابہ شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر گئے۔ دندان مبارک شہید ہو گئے شہرت کو دی گئی کہ حضور شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کے حواس بجا نہ رہے۔ پھر حضور نے پکارا، میں یہاں ہوں۔ صحابہ کو ہوش آیا۔ پھر منظم ہو کر لڑے اور فتح ہوئی۔ کفار بھاگ گئے۔ مترجم

۱۱ غزوہ حنین ۸ھ میں مکہ فتح ہونے کے بعد ہوا۔ ہوازن۔ ثقیف کے دو مشرک

قبیلوں نے مضر اور بنی ہلال کو ساتھ ملا کر چار ہزار بہادروں کے ساتھ وادی حنین میں لگے کے

مشرق میں پڑاؤ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار کا لشکر لے کر (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ہیں اور اس سے ان شہداء کے فضائل میں کوئی خلل نہیں پڑا۔ اسی طرح کربلا کے شہیدوں کو پہچانا چاہیے اور یہ اس وقت ہے جب کہ محض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یزید کو خلیفہ بنانے یا لوگوں کی بیعت یا یزید کے تسلط کے وقت اس کی خلافت کو عام اور شامل سمجھیں، اور اگر اسی قدر سے جو کہ ظہور میں آیا فقط اس کی مطلق خلافت کے منقہ ہو جانے کے ہم قائل ہو جائیں اور اس کی خلافت کے عام ہونے اور سب لوگوں پر شامل ہونے کو تسلیم نہ کریں اور کہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اس کی اطاعت کے دائرے سے ابھی تک خارج تھے تو پھر یزید کو مضرول کرنے کا سوال

و ازاں برہمی کار خلی در فضائل اوشاں راہ نیافت۔ ہمچنین شہیدان کربلا را باید شناخت۔ و ایں وقتی است کہ بحمد و استخلاف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا بیعت مردم یا تسلط او خلافتش را عام و شامل شانہ و اگر بایں قدر کہ بوقوع آمد، فقط بانعقاد مطلق خلافت او قائل شویم و عموم و شمول خلافتش را تسلیم نہ کنیم و گوئیم کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و اتباع اوشاں از ربقصر اطاعت او ہنوز خارج بودند، حاجت عزل ہیج نیست و اوشاں را در خروج

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) مٹھے سے آگے بٹھے۔ جن میں دس ہزار مدینے کے مجاہد اور دو ہزار مٹھے کے نو مسلم اور انہی معاہدہ شرک تھے۔ مسلمانوں کے دلوں میں اپنی کثرت پر ناز پیدا ہو گیا۔ دشمن گھاٹ میں چھپے بیٹھے تھے۔ انہوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ انہی معاہدہ مشرکوں اور نو مسلموں میں جھگڑا مچ گئی۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار اور مہاجرین کو پکارا، اور جمع ہو کر حملہ کیا۔ دشمنوں کے ستر آدمی مارے گئے اور مسلمان صرف چار شہید ہوئے۔ بغرض ابتری کے بعد فتح ہوئی۔ مترجم

ہی پیدا نہیں ہوتا، اور امام حسینؑ کو یزید کے خلاف اٹھنے پر کوئی دغذغہ نہیں اور یہ انعقادِ مطلق اور عموم انعقاد کے فرق کو اس نواز میں کم فہم لوگ ہر چند نہ سمجھیں گے لیکن اگلے لوگوں کے معاملہ کی تحقیق سے واضح ہے کہ اہل حل و عقد میں سے شخص کی بیعت کو اس کے اور اس کے نوکر چاہے کہ حق میں بیعت خیال کرتے تھے ورنہ حضرت علیؑ کی بیعت کی ضرورت اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر اس بیعت کے اہتمام کی کیا ضرورت تھی اور اسی طرح یزید اہل شام کی بیعت اور دوسرے اہل حل و عقد کی بیعت کے بعد حضرت حسینؑ اور عبدالرحمنؑ بن ابی بکر اور دیگر صحابہؓ کی بیعت کا طالب نہ ہوتا۔

نیت پر دار و مدار | جب اتنی بات معلوم ہو گئی تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کسی کام ہونا نیت پر موقوف ہے جس کی شہادت میں حدیث کہ "اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے"۔

برو محمدوسی نی وایں فرق انعقادِ مطلق و عموم انعقاد ہر چند امروز کم فہماں نغمند۔ مگر بہ تبع معاملہ سابقین واضح است کہ بیعت ہر کس را از اہل حل و عقد فقط موجب اطاعت در حق او و در حق خدم او می شمرند۔ ورنہ حاجتِ بیعت حضرت علیؑ و اہتمام بدان بردست حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما چہ بود و ہمچنین یزید بعد بیعت اہل شام و دیگر اہل حل و عقد خواستگار بیعت از حضرت حسینؑ و عبدالرحمن بن ابی بکر و دیگر ضوان اللہ علیہم نشدی۔

مدار کار بر نیت | چون ایس قدر دانستہ شد دیگر معلوم باد کہ مدار کار بر نیت است بشہادۃ :  
إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

ملہ انعقادِ مطلق اور عموم انعقاد میں فرق ہے کہ انعقادِ مطلق نیت اولیٰ یعنی قریشیت کی بنا پر بھی ہو جاتا ہے اور عموم انعقاد خلیفہ میں نیت ثانیہ یعنی قریشیت اور علم اور تقویٰ کی بنا پر ہوتا ہے مترجم

اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا  
 "حسین نیت" اس قابل نہیں ہے کہ  
 اس میں شبہ کیا جائے۔ اس صورت میں  
 حضرت ہمام علیہ السلام کی شہادت میں  
 کیا تردد ہو سکتا ہے۔ نہ تو یزید ان کے  
 حق میں خلیفہ تھا، نہ اس کے خلاف اٹھنا  
 ناجائز تھا، اور اگر خلیفہ بھی ہوتا تو پھر بھی  
 خروج ناجائز نہ تھا۔ اور اگر خروج کنا ممنوع  
 بھی ہوتا تو معز دل کنا ممنوع نہ تھا۔ الحاصل  
 ممانعت کی وجوہات تو موجود نہیں اور  
 موجبات جہاد موجود ہیں اور (امام حسینؑ)  
 کی نیت کی اچھائی میں شبہ نہیں ہے۔ پھر  
 اگر وہی شہید نہ قرار دیتے جائیں تو پھر اور کون شہید کہلائے گا۔

شہادت امام حسینؑ کی دوسری وجہ  
 چلو اس دلیل کو بھی جاننے دو۔ اگر موجبات  
 جہاد وجود نہ تھے تو امام حسینؑ بھی جہاد کے  
 معاملے سے دست کش ہو کر چاہتے تھے کہ وہ  
 اپنی راہ لیں۔ لیکن یزید پلید کے سپاہیوں نے  
 انہیں نہیں چھوڑا اور گھیر کر ظلم کے طور پر شہید  
 کر دیا (اور وہ حدیث کے مطابق شہید ہوئے)

وَحسین نیت حضرت امام حسین  
 رضی اللہ عنہ قابل اک نیت  
 کہ مد آن تردد کرده آید۔ اندرین  
 صورت در شہادت حضرت ہمام  
 علیہ السلام چہ تردد۔ نہ یزید  
 در حق او مشاا خلیفہ بود، نہ  
 خروج برو ممنوع۔ و اگر خلیفہ بود  
 تاہم خروج ممنوع نہ بود و اگر خروج ممنوع  
 بود، عزل ممنوع نہ بود۔ بالجلد وجہ نیت  
 مفقود و موجبات جہاد موجود۔ در حسین نیت  
 کلام نیت۔ باز اگر او مشاا  
 شہید نشوند دیگر کدام خواهد بود۔

دیگر وجہ شہادت | اذیں ہم  
 در گذشتیم۔ اگر موجبات جہاد  
 نبودند او مشاا نیز از قصدی  
 جہاد باز آمدہ مے خواستند  
 کہ براہ خود روند۔ لشکریان یزید  
 پلید نگذاشتند و محاصرہ کردند  
 ظلاً شہید ساختند۔

یعنی یزید حضرت امام حسینؑ کی نظر میں خلیفہ نہ تھا۔ مترجم۔ بلکہ چونکہ حضرت امام  
 حسینؑ، یزید کو خلیفہ ہی نہیں بلتے تھے لہذا ان کے خلاف جہاد کرنا ممنوع نہ تھا۔ مترجم۔

جو شخص اپنی عزت اذہمال کی مخالفت میں مارا جائے تو وہ شہید ہے۔

یزید کی بیعت پر اجماع احمد اس کا جواب

باقی رہی یہ بات کہ امام حسین نے یزید کی مخالفت کے لئے اجماع کی مخالفت کی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اولیٰ نقیبین

اجماع ہی تسلیم نہیں اگر کچھ ہے، تو وہ (صحابہ کی) عدم مخالفت ہے۔ اس کے

باوجود "فاسق خلفاء کے خلاف اٹھنے کے

ناجااز ہونے پر اجماع ہے۔ اس کے معنی

جو کچھ ہیں عرض کر دیتے گئے ہیں۔ نفسِ فسق

کے خلاف خروج کے ناجااز ہونے پر اجماع

سے یہ لازم نہیں آتا کہ

اس کلی مشکل کے درجہ کی

خصوصیات زائدہ بھی خروج کا موجب

نہیں ہو سکتیں۔ ان سب باتوں کے باوجود

بھی اجماع مسلم نہیں جس وقت حضرت

امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور عبداللہ

بن زبیر اور اہل مدینہ نے کوئی کام کیا ہو اس

کام کے مخالفت کو جمع علیہ کس طرح کر سکتے

ہیں اور اگر بالفرض ہم اجماع کو تسلیم کر لیں

مَنْ قَاتَلَ دُونَ عِزِّهِ وَ  
مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔

اجماع بیعت یزید و  
جواب آل

باقی ماندہ کہ اوٹاں مخالفت  
اجماع کردہ اند۔

جوابش ایست کہ اول

اجماع مسلم نیست اگر باشد

عدم مخالفت باشد۔ بایں ہمسہ

اجماع بر عدم جواز خروج بر

فساق است۔ و معنی آل ہر

چسہست عرض کردہ شد۔

از اجماع بر عدم جواز خروج بر

نفس فسق لازم نمی آید کہ خصوصیت

زائدہ مراتب اس کلی مشکل

نیز موجب خروج نتوان شد۔

بایں ہمسہ اجماع غیر مسلم

و قتیکہ حضرات حسنین رضوان

اللہ علیہما و عبد اللہ بن زبیر

و اہل مدینہ کاری کردہ باشند،

مخالفت آل را جمع علیہ چگونہ

تاں گفتہ اگر بالفرض اجماع

تو وہ اجماع اگر منعقد ہوا بھی تو حضرت  
امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد منعقد ہوا۔  
اس اجماع کی مخالفت، حضرت امام  
حسینؑ کو مضر نہیں پڑتی۔ زیادہ سے  
زیادہ اس بارے میں امام حسین علیہ  
السلام نے اپنے زمانے میں ایک اختلافی  
اجتہادی مسئلے میں خطا کھائی اور اس  
میں کوئی مضائقہ نہیں، جیسا کہ عرض  
کیا جا چکا ہے۔

امام نوویؒ کا اجماع بیعت پر نظر ہے  
اب وہ مقام آپہنچا ہے کہ امام  
نووی کی عبارت اس بارے میں نقل کر  
دی جائے تاکہ اس اجمال کی تفصیل اور اس قول  
کی تصدیق مل جائے۔ (امام نووی لکھتے ہیں)  
اہل سنت نے اس بات پر  
اتفاق کیا ہے کہ سلطان فسق کی وجہ سے  
معزول نہیں ہو جاتا، اور اس کی وجہ  
بعض احناف کی کتب فقہ میں ذکر کی گئی

اجماع را تسلیم کنیم آن اجماع اگر  
منعقد گردیدہ بعد حضرت امام حسین  
رضی اللہ عنہ منعقد گردید۔  
مخالفت این اجماع حضرت امام  
رضی اللہ عنہ را چہ مضر  
غایۃ مافی الباب امام ہمام علیہ  
السلام در زمان خود در یک مسئلہ  
مختلف فیہ خطا کردند ولا محذور  
فیہ چنانچہ عرض کردہ شد۔

عبارت امام نوویؒ

اکتوں وقت آن است  
کہ عبارت نوویؒ دریں بارہ نقل  
کردہ شود تا تفصیل اجمال و تصدیق  
اسی مقال بدست آید (امام نووی گوید)  
اجمع اهل السنۃ ان  
لا ینعزل السلطان بالفسق  
واما الوجه المذکور فی کتب  
الفقہ لبعض اھمابنا انه

لے حضرت مولانا محمد تقی صاحبؒ نے یہ فرمایا کہ زیادہ سے زیادہ امام حسینؑ کے متعلق یہ کہا جا  
سکتا ہے کہ انہوں نے یہ عیسے کے خلاف اُٹھ کر اجتہاد ہی غلطی کی، یہ یا لغرض کہ ہے۔ حالانکہ  
ایسا نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے اس کے خلاف جو کچھ کیا، وہ درست کیا، اور آخر مقام

شہادت پایا۔ مترجم

ہے۔ وہ فاسق سلطان خود معزول ہو جاتا ہے اور یہی بات معزولہ کی طرف سے بیان کی گئی ہے تو یہ اس کے قابل کی غلطی ہے اور اجماع کے خلاف ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ اس کے معزول نہ ہونے اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی حرمت کا سبب وہ فتنے، خونریزیاں اور باہمی فسادات ہیں جو اس پر مرتب ہوتے ہیں اس لئے اس کے معزول کرنے میں اس کو باقی رکھنے کی نسبت فساد زیادہ ہے۔

قاضی عیاض کا قول | قاضی عیاضؒ نے کہا ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر نام نہیں ہو سکتا، اور اس بات پر کہ اگر اس پر کفر طاری ہو گیا، تو وہ معزول ہو جائے گا (پھر قاضی عیاض نے)

ینعزل وحی عن المعتزلة  
فغلط من قائله مخالف  
الاجماع - قال العلماء  
و سبب عدم انعزاله  
وتحريم الخروج عليه  
ما يترتب على ذلك من  
الفتن و اراقة الدماء و  
فساد ذات البين فتكون  
المفسدة في عزله اكثر  
منها في بقائه -

قول العیاض | قال القاضی  
عیاضؒ اجمع العلماء علی  
ان الامامة لا تنعقد  
لكافر و علی انه لو طرء  
عليه الكفر انعزل - قال

لے یعنی معزول نہ کرنے کے باوجود بھی وہ معزول سمجھا جائے۔ کیونکہ اس میں خلافت کی اہلیت کا فقدان ہے۔ مترجم۔ لے یعنی خلیفہ جو پہلے ہدایت پر تھا اور عادل و متقی تھا، بعد ازاں اس پر فسق طاری ہو گیا تو وہ خلافت کے لئے نااہل نہیں ہوگا۔ لہذا جو اس کے خلاف کتابے وہ اجماع کے خلاف کتابے جیسا کہ بعض اصحاب حنفیہ نے کہا ہے۔ مترجم۔ لے یعنی اگر ابتدائے کوئی شخص کافر ہو تو اس کی خلافت منقذ نہیں ہوتی، اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر بعد میں کفر طاری ہو گیا تو وہ خود معزول ہو جائے گا۔ مترجم

و كذا لو ترك اقامة  
الصلوة و الدعاء عليها  
قال و كذلك عند  
جمهورية البصرة قال  
وقال بعض البصريين تنعقد  
له و تستدام له لانه طارئ  
قال القاضي فلو طرأ عليه  
كفر و تغيير للشرع او  
بدعة خرج عن حكم  
الولاية و سقطت طاعته  
و وجب على المسلمين  
القيام عليه و خلعه  
و نصب امام عادل ان  
امكنهم ذلك - فان لم  
يقع ذلك الا بطائفة  
و حبت عليهم القيام  
بنخل الكافر ولا يجب  
في المبتدع الا اذا ظنوا  
القدرة عليه فان

کہا۔ یہی حکم اس وقت ہے جبکہ خلیفہ  
نماز کی پابندی اور نماز کی دعوت چھوڑ  
دے۔ پھر کہا اور یہی حکم جمہور علماء کے  
نزدیک از کتاب بدعت کا بھی ہے اور  
بقول قاضی عیاض بعض بصرے والوں  
نے کہا۔ اس کے لئے بھی خلافت منعقد  
ہو جاتی ہے اور ہمیشہ رہتی ہے کیونکہ وہ  
بدعت بعد میں طاری ہوتی ہے قاضی عیاض  
نے کہا کہ اگر خلیفہ پر کفر طاری ہو جائے اور  
شریعت میں تبدیلی یا بدعت کا ارتکاب  
کرنے تو امامت کے حکم سے خارج ہو جائے گا اور  
اسکی اطاعت ساقط ہو جائیگی اور مسلمانوں  
پر اس خلاف اٹھ کھڑا ہونا ضروری اور اسکی  
خلافت کو گلے سے نکال بیٹھنا اور عادل  
امام کو قائم کرنا، اگر یہ ان کیلئے ممکن ہو سکے  
واجب ہو جائے گا۔ پس اگر یہ واقع نہ ہو  
مگر ایک گروہ کے لئے تو ان پر کافر کی ولایت  
کو ہٹانے کے لئے کھڑا ہو جانا تو واجب ہے  
اور بدعتی کے بارے میں واجب نہیں ہے

لے یعنی اگر وہ ابتداءً بدعتی ہے تو اس کی امامت منعقد نہیں ہوگی۔ اور اگر بعد میں وہ بدعتی  
ہو گیا تو خود بخود معزول ہو جائے گا۔ لیکن بعض علمائے اہل حق نے خیال مطابق اس کی امامت منعقد  
بھی ہو جائے گی اور آئندہ بھی برقرار رہے گی۔ مترجم



مگر جب ان کو اس پر قدرت کا گمان غالب ہو، اگر انہیں سب سے بڑا یقین ہو تو اس کے معطل کرنے کیلئے کمر بستہ ہونا واجب نہیں اور مسلمانوں کو اسکی حکومت سے ہجرت کہ جانی چاہیے اور اپنے دین کو بچا لینا چاہئے۔ قاضی نے کہا کہ فاسق کی خلافت ابتداء میں منعقد نہیں ہوتی۔ ہاں بعد میں اگر خلیفہ فرسوق طاری ہو جائے تو بعض نے کہا۔ اس کو علیحدہ کر دینا واجب ہے بلکہ اس صورت میں نہیں کہ فتنہ اور جنگ کا اندیشہ ہو۔

جمہور اہل سنت فقہاء، محدثین  
اور متکلمین کا قول

جمہور اہل سنت فقہاء، محدثین اور متکلمین نے کہا کہ فسق، ظلم، حقوق کے معطل کرنے کے باعث بھی معزول نہ ہوگا اور نہ ہی ہٹایا جائے اور اس کی وجہ سے اس کے مقابلے کے لئے کھڑا ہونا جائز نہیں۔ بلکہ اس کو نصیحت کرنا واجب ہے اور تنبیہ کرنا ضروری ہے ان احادیث کی روشنی میں جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

تحققوا العجز لم  
يجب القيام ويهاجر  
المسلم من ارضه  
الى غيرها ويفر بدینه  
قال ولا ینعقد للفاسق  
ابتداءً فلو طراً علی  
الخلیفة فسق قال  
بعضهم يجب خلعه  
الا ان یترتب علیہ  
فتنة وحرب۔

قول جمہور سنی فقہاء  
ومحدثین و متکلمین

قال جماہیر اهل السنة  
من الفقہاء والمحدثین  
و المتکلمین لا یتعزل  
بالفسق والظلم وتعطیل  
الحقوق ولا یخلع و  
لا یجوز للخروج علیہ  
بذلك بل يجب وعظه  
و تخویفہ للاحادیث  
الواردة فی ذلك

لے گا کہ تو ہٹانا ضروری ہے خواہ کچھ ہی ہو لیکن مبتدع کو ہٹانے کی قدرت کا ظنی غالب ہو مگر حکم

قاضی عیاض نے کہا کہ ابو بکر بن  
مجاہد نے اس بارے میں اجماع کا دعویٰ  
کیا ہے اور امام حسینؑ اور ابن زبیرؓ  
اور اہل مدینہ کے بنی امیہ کے خلاف  
کھڑے ہونے کا ان پر رد کیا ہے، اور  
تابعین کی ایک بڑی جماعت، اور  
صدرِ اول کے لوگوں کے حجاج کے مقابلے  
میں ابن اشعث کے ساتھ کھڑے ہونے  
کی بھی تردید کی ہے۔ اور اس کہنے والے  
نے آپ کے ارشاد کی بھی تاویل کی ہے کہ  
”ہم اہل امر سے کسی امر میں نزاع نہیں کریں گے۔“  
(یعنی) عادل اماموں کے بارے میں  
نزاع نہیں کریں گے۔ اور جمہور کی دلیل  
یہ ہے کہ حجاج کے خلاف کھڑا ہونا محض  
اس کے فسق کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ  
اس وجہ سے تھا کہ اس نے شرع کو بدل  
دیا تھا اور کفر کا مظاہرہ کیا تھا۔ قاضی  
نے کہا کہ کہا گیا ہے کہ یہ اختلافِ اول  
اول میں تھا۔ پھر ان کے خلاف خروج  
کی ممانعت پر اجماع حاصل ہو گیا واللہ  
اعلم ان کا کلام بلفظ ختم ہوا۔

اس عبارت کے مطالعہ کرنے

قال القاضی وقد ادعی  
ابوبکر بن مجاہد فی هذا  
الاجماع وقد رد علیہم  
بقیام الحسین و ابن  
الزبیر و اهل المدينة  
علی بنی امیة و بقیام  
جماعة عظيمة من  
التابعین و صدر الاول علی  
الحجاج مع ابن الاشعث و  
تاویل هذا القائل قوله

”ان لا تنزع الامراهة  
فی ائمة العدل و

حجة الجده و ان قیامهم  
علی الحجاج لیس بمجرب  
الفسق بل لما غیر الشرع  
و ظاهر من الكفر۔ قال  
القاضی و قبیل ان هذا  
الخلافة كان اولاً ثم  
حصل الاجماع علی منع  
الخروج علیهم و الله اعلم  
انتهی بلفظه۔

پس از مطالعہ اس عبارت

تصدیق اکثر مقدمات مذکورہ حاصل  
 سے شود۔ بالجملہ بر اصول اہل  
 سنت حال یزید نسبت سابق  
 متسبد شد۔ نزد بعض کافر  
 شد۔ و نزد بعض کفر او متحقق  
 نگشت۔ اسلام سابق مخلوط  
 بقسق لاحق شد۔ اگر حضرت  
 امام کافرش پنداشتند در  
 خروج بر او چسب خطا کردند۔  
 امام احمد را ہمیں را ہی پسند  
 خاطر افتاد مگر چنانکہ ممکن  
 است کہ کفر کسی نزدیک کیے متحقق  
 شود و نزد دیگران نشود۔  
 ہمچنین خروج برودر حق این و  
 آن مختلف خواہ بود و اتفاق در  
 تکفیر و تفسیق و تعدیل و تخریج  
 کسی از ضروریات دینی یا از  
 بدہیئات عقلی نیست کہ  
 حاجت معذرت افتد۔ و در  
 صورت فسق آنچه پیش کردہ ام

کے بعد مذکورہ اکثر مقدمات کی تصدیق  
 حاصل ہو جاتی ہے۔ بالجملہ اہل سنت  
 کے اصول پر، یزید کا حال پہلے کی  
 نسبت بدل گیا تھا۔ بعض کے نزدیک  
 کافر ہو گیا اور بعض کے نزدیک اس کا  
 کفر تحقیق میں نہیں آیا۔ سابق اسلام  
 بعد میں آنے والے فسق کے ساتھ مل گیا  
 اگر حضرت امام نے اسے کافر جانا تو اس  
 کے خلاف اٹھنے میں کیا خطا کی۔ امام  
 احمد کو ایسی رائے پسند آئی ہے۔ مگر جیسا کہ  
 ممکن ہے کہ کسی شخص کا کفر ایک عالم  
 کے نزدیک تو ثابت ہوتا ہے۔ لیکن  
 دوسروں کے نزدیک نہیں ہوتا۔ اسی  
 طرح اس کے خلاف اٹھنا۔ اس کے  
 اور اس کے حق میں مختلف ہو جائے گا،  
 اور کسی کی تکفیر و تفسیق اور تعدیل و  
 تخریج میں اتفاق ہونا دینی ضروریات  
 یا عقلی بدہیئات میں سے نہیں ہے کہ  
 عذر کرنے کی ضرورت پیش آئے اور فسق  
 کی صورت میں جو کچھ کہ میں نے پیش کیا

ہے تمہیں یاد ہوگا۔ تاہم اہل سنت کے اصول پر کوئی دشواری باقی نہیں رہی ہے کیونکہ بیزید اس صورت میں یا مکمل کھلا فاسق تھا نماز کا ترک کرنے والا وغیرہ یا بدعت کا ترک تھا کیونکہ وہ ناصیب کے ہزاروں میں سے تھا۔ ان سب پہلوؤں کے پیش نظر اس کی عام خلافت کا ہونا مسلم نہیں۔

ان دلائل کے پیش نظر سابقہ مقدمات کو ذہن میں رکھتے ہوئے بیزید کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے میں کوئی قیامت نہیں ہے اور ان سب باتوں کے باوجود ان جیسے لوگوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا اب تک سب کے نزدیک جائز ہے۔ اور اگر (اختلاف کی بنا پر) سب کے نزدیک جائز نہیں تو بعض کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ نوذبی کی عبارت کے مطالعہ سے واضح ہے اور اختلافی

یاد خواہد لو۔ تاہم بیچ صعوتی بر اصول اہل سنت نیست۔ چہ بیزید اندری صورت یا فاسق معین بود، تارک صلوة و غیرہ یا مبتدع بود چہ از روسای نواصب است بایں ہمسر عموم خلافتش غیر مسلم۔

نظر بریں وجوہ بیاد موقوفات سابقہ در خروج بردھیش قباحتی نے۔ بایں ہمسر خروج بر بچہ نہیں کسال تا حال نزد ہمسر جائز، و اگر نزد ہمسر جائز نیست نزد بعض جائز۔ چنانچہ از مشاہدہ عبارت نوذبی واضح است و در مسائل مختلفہ خلاف یہی مز دیگوان را موجب تفسیق اوشان

لے نواصب وہ لوگ ہیں جو حرام چیزوں کو اپنے نفسانی دلائل کے باعث حلال سمجھتے تھے۔ جیسا کہ بیزید بھی شراب پیتا تھا اور اس کو حلال سمجھتا ہوگا۔ آج کل کے شرابی بھی کہتے سنے گئے ہیں کہ شراب کی حرمت کا قرآن کریم میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وجہس من عمل الشیطن سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ مترجم

مسائل میں ایک شخص کا دوسرے سے اختلاف کرنا اس کا سبب نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسرے لوگ اس اختلاف کرنے والے کو فاسق قرار دیں اور اس کے اعمال کو عند اللہ باطل ٹھہرائیں جیسا کہ جانا گیا۔ اور اگر ہم یہ بھی فرض کر لیں کہ اس جیسے لوگوں کے خلاف اٹھنے کے ناجائز ہونے پر اجماع ہے تو وہ اجماع بعد کا ہے قدیمی اجماع نہیں کہ اہل سنت کے اصول پر امام حسین کی شہادت میں کوئی شک کی گنجائش ہو سکے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کوئی کہہ سکتا ہے تو یہ کہہ سکتا ہے، کہ حضرت امام نے اس مسئلہ میں غلطی کی۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیونکہ مستند سے غلطی بھی ہوتی ہے اور درستی بھی اس بارے میں خطائے اجتہادی کی نیت پر بھی ثواب کا ملنا مزاحم حال نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ اہل سنت کے اصول میں

اَلرَّاءِ وَبَطْلَانِ اَعْمَالِ او  
عند اللہ نے تو اس شد۔  
چنانچہ دستہ شد۔ و اگر فرض  
کنیم بر عدم جواز خروج بر چنین  
کساں اجماع است ، اجماع  
حادث است ، اجماع قدیم  
نیست تا بر اصول اہل سنت  
در شہادت امام بہام تردیدی  
راہ یابد۔ زیادہ از زیادہ اگر  
کسی گوید ایس بگوید کہ حضرت امام  
دریں مسئلہ خطا کردند لیکن چه  
صحت المجتہدین خطی و یصیب  
بنامی ثواب بر نیت خطای  
اجتہادی دریں بارہ مزاحم حال  
نہے شود۔ چنانچہ در اصول  
اہل سنت مصرح است و ہم  
واضح است۔ چه اگر بظن غروب  
روزہ افطار کرد تا نماز مغرب بخواند

لے اگر اکثر لوگوں کے اتفاق کے خلاف کسی مسئلے میں کسی ایک صاحب الرائے نے اختلاف کیا تو اکثریت سے اختلاف کرنے والے کو نہ فاسق کہا جاسکتا ہے اور نہ اللہ کے یہاں اس کا اجتہادی عمل بے کار جائے گا جیسا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے تنہا ہوتے ہوئے یزیدوں کی مخالفت کی۔ مترجم۔

و ہنوز آفتاب غروب نشدہ بود  
 ایں کس تا آخر عمر بر خطای خود  
 اطلاع نشد ہرگز عاقلی تجویز  
 نمے توان کرد کہ از ثواب محروم ماند  
 ورنہ تکلیف مالا یطاق لازم  
 خواہد آمد و ہو محال لَا یُکَلِّفُ  
 اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔

یہ فتویٰ نہیں لگا سکتا کہ وہ ثواب سے محروم رہا۔ ورنہ ایسی تکلیف  
 جس کی طاقت نہ ہو لازم آئے گی، اور وہ محال ہے کیونکہ اللہ کسی نفس  
 کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

اُرحی بر طبق اصول شیخ  
 شہادت حضرت امام الشہداء  
 و رکنار دین و ایمان شان ہم  
 از دست مے رود۔ نعوذ باللہ  
 منہ۔ اگر باور نیاشد بنگو  
 کہ در کافی کلینی روایات دریا  
 باب کہ ہر کرا تفسیر نیست  
 دین و ایمان ندارد و ارد شدہ اند  
 مع سند نقل مے کنم۔  
 اول: عن ابن عمرو عن

ہاں شیعہ صاحبان کے اصول  
 کے مطابق حضرت امام الشہداء کی  
 شہادت ان کے دین و ایمان کے ساتھ  
 ساتھ ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ نعوذ  
 باللہ منہا اگر یقین نہ ہو تو دیکھ لو کہ  
 کافی کلینی میں اس بارے میں آیات  
 موجود ہیں کہ جو شخص نقید نہ رکھے اس کا  
 دین و ایمان نہیں ہے۔ میں ان روایات  
 کو مع سند کے نقل کرتا ہوں۔  
 پہلی روایت: ابن عمر سے انہوں نے

۱۔ شیعہ حضرات کی مشہور کتاب - ترجم

ہشام بن سالم سے، انہوں نے ابوبکر  
 اچھی سے روایت کی۔ ابوبکر نے کہا،  
 کہ ابو عبد اللہ نے کہا کہ اے اباعمر!  
 نوے فی صدی دین تقیہ میں ہے اور  
 جس کا تقیہ نہیں، اس کا دین نہیں اور  
 تقیہ ہر چیز میں ہے حتیٰ کہ چڑھے کی  
 جرابوں پر مسح میں بھی ہے

دوسری روایت : محمد بن یحییٰ

سے، انہوں نے احمد بن محمد بن عمر بن  
 خلافت سے روایت کی کہا۔ میں نے  
 حضرت علی علیہ السلام سے حکام کے  
 لئے اکرانا کھڑے ہونے کے بارے میں  
 پوچھا تو ابو جعفر نے فرمایا: تقیہ میرا  
 اور میرے باپ دادا کا دین ہے اور  
 جس کا تقیہ پر اعتقاد نہیں، اُس کا  
 ایمان نہیں۔

ان دو روایتوں سے آفتاب کی  
 مانند روشن ہو جاوے کہ جو شخص تقیہ نہ  
 کرے بے دین و ایمان ہے۔

اب حضرات شیعہ سے گزارش  
 ہے کہ اگر تقیہ یہی ہے تو پھر تو امام حسین  
 رضی اللہ عنہ کا ایمان پر عائد معلوم ہے

ہشام بن سالم عن ابن  
 ابی بکر الاعرجی قال  
 قال ابو عبد الله يا ابا  
 عمران تسعة اعشار الدين  
 في التقية ولا دين لمن لا تقية  
 له والتقية في كل شيء حتى  
 في المسح على الخفين۔

روایت دیگر: عن محمد

بن یحییٰ عن احمد بن  
 محمد بن عمرو بن خلاد  
 قال سألت ابا الحسن  
 عليه السلام عن القيام  
 للولاة فقال ابو جعفر  
 التقية ديني ودين ابائي  
 ولا ايمان لمن لا تقية  
 له۔

ازیں دو روایت مثل آفتاب  
 روشن می بر آید کہ ہر کہ تقیہ نہ کند،  
 بی دین و ایمان است۔

انوں از حضرات شیعہ التماس  
 است کہ اگر ہمیں تقیہ است حسین  
 خاتمہ حضرت امام الشہداء معلوم

چہ جائیکہ شہادت - و ظاہر است کہ دریں دور روایت بیچ گو نہ گنجائش تاویل یا تخصیص نیست - اگر تاویل فرمایند یا تخصیص بعدوی شخصی نمایند، مسموع نخواهد بود - اکنون ازیں چاره نیست کہ مذہب اہل سنت اختیار کنند - و اگر از اتباع حق عار و انکار است لاجرم از انہد دوازده گانہ کل یازده باقی خواہند ماند - اندرین صورت انکار از حق و اصرار بر مذہب باطل لاجرم خواہد آمد - چہ حضرت امام را دریں ضیستق و ناچاری کہ قابل سی ہزار فوج جزار چند معدود بودند و انہم یکجہ بعد دیگرے شربت شہادت چشیدند تقیہ لازم بود - اگر اول امر امید بود در آخر وقت کہ بیچ کس نماید تقیہ لازم افتادہ بود -

من آنچه شرط بلاغ امت با تو میگویم  
تو خواه از سخنم پند گیر خواه طلال  
و جواب دیگر انشاء اللہ تعالی

شہادت تو کہاں - اور ظاہر ہے کہ ان روایات میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کی گنجائش نہیں ہے - اگر وہ تاویل کریں یا کسی شخص اور عدد کی تخصیص کریں تو قابلِ سماعت نہ ہوگی - اب اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ اہل سنت کا مذہب اختیار کریں - اور اگر حق کی پیروی سے انہیں شرم آتی ہے یا انکار ہے تو پھر تو یقیناً بارہ اماموں میں سے کل گیا رہ جائیں گے - اور اس صورت میں حق سے انکار اور جھوٹے مذہب پر ضد لازم آئے گی - کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس تیگی اور مجبوری میں کہ تیس ہزار فوج کثیر کے مقابلے میں چند گنتی کے آدمی تھے، اور وہ بھی سب شہید ہو چکے تھے، تقیہ کرنا ضروری تھا - اگر شرح میں غلبہ کی امید تھی تو آخری وقت میں جب کوئی نہ رہا تھا، تقیہ کرنا ضروری تھا -

جہا تک تبلیغ کی شرط ہے میں تم سے کتابوں  
تم خواہ میری بات سے نصیحت اختیار کرو یا رنج  
اور دو سرا جواب انشاء اللہ تعالی



بشرط فرصت عنقریب نظرِ گرامی سے  
گزرے گا، نا اُمید نہ ہوں۔

یہ دور و ایتیں جو کہ نقل کی گئیں  
ہیں، اگر ان کے جھوٹ ہونے کا شک نہ  
تو مطابقت کر لیں۔ اگر تمہارے پاس  
کافی کلینی نہ ہو تو طہران کا چھپا ہوا نسخہ  
ہمارے پاس موجود ہے، ملاحظہ کریں۔

اے اللہ! میں حق دکھا دے اور  
اس کے نیچے چلنے کی توفیق عطا فرما اور جھوٹ  
کو جھوٹ کہے دکھا دے اور اس سے بچنا  
نصیب فرما اور ہماری آخری عیال سے کہ  
تمام تعریفیں رب العالمین کیلئے ہیں۔ فقط۔

بشرط فرصت عنقریب بہ نظرِ سامی  
خواہ گذشت لَا تَقْنَطُوا

اس دور و ایت کہ نقل کر دہ شدہ  
اگر احتمال و روغ باشد بمطابق  
نمائید۔ اگر نزد سما کافی کلینی نباشد  
نسخہ مطبوعہ طہران نزد ما موجود  
است، ملاحظہ نمایند۔

اللهم ارنا الحق حقا  
وارزقنا اتباعه وارنا الباطل  
باطلا وارزقنا اجتنابه و آخر  
دعوانا ان الحمد لله رب  
العالمین - فقط

والحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رحمة للعالمین۔

مترجم محمد انوار الحسن شیرکوٹی

مسئلہ خلافت امامت پر محققانہ اور لاجواب کتاب

## مطرقۃ الکرامہ علیٰ مرآة الامامہ

تصنیف لطیف شیخ المشائخ رئیس المحدثین بہراج المناظرین ذبذبة الفقہاء  
حضرت مولانا ابوالبرہیم خلیل احمد محدث سہارنپوری ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف بذل الجہود وشرح سنن ابی داؤد (دعویٰ)

مقدّم از قلم الحاج حضرت مولانا قاضی منظر حسین صاحب نڈلہم جکوال

مرکزی امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

جو کہ تقریباً ایک صدی کے بعد پہلی مرتبہ زیر طبع سے آما سنہ ہجرت منظر عام پر آئی ہے

قیمت :-

چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور شہادت و موقف امام حسین رضی اللہ

کی وضاحت اور خوارج و نواصب

محمّد عباسی مولانا محمد اسحاق سندیلوی اور عظیم الدین غیر حامیان یزید کا مسلک و تصاور

## خارجی فتنہ

از قلم فیض رقم

حضرت مولانا قاضی منظر حسین صاحب نڈلہم امیر تحریک اہل سنت پاکستان

حصہ اول مجلد صفحات ۶۲۲ قیمت ۱۰۰/- حصہ دوم (زیر طبع)

ملک کاتبہ سنی و الاثنا عشرت جامع نجواب دین کرم آباد و صدر و ڈولابو